امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۵ رصفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۳ رستمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 36

اس شمارہ میں

- اللہ اور رسول اللہ کی باتیں، دینی مسائل
- یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
- حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
- حکایات اہل دل
- اسلامی نظام تعلیم کی معنویت
- دعا کی فضیلت واہمیت
- حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ
- بی جے پی کی گھٹتی مقبولیت
- کامیاب استاذ کی صفات، اردو زبان کا فروغ
- اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

بین السطور

امیر شریعت کا دائرۂ کار

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امارت شرعیہ میں امیر شریعت کی حیثیت کلیدی اور نظام امارت میں نقطۂ مرکزی کی ہے، وہ ایک ایسا محور ہے جس کے گرد امارت کے سارے کام گردش کرتے ہیں، اس کی حیثیت تمام مسائل ومعاملات میں فیصل اور پالیسی ساز کی ہے، اس کے باوجود اسے امیر شریعت بن کر رہنا ہے، آمر (ڈکٹیٹر) بننے کی گنجائش نہیں ہے، وہ کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتا جو شرعی تقاضوں کے خلاف ہو، مثلا وہ کسی کو وعدہ خلافی پر آمادہ نہیں کرسکتا، خواہ وہ امارت شرعیہ کا ملازم اور کارکن ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ امیر شریعت سے کارکنوں کا رشتہ آقا اور غلام والا نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی کو وقت نہیں سکتا، ہر مامور آزاد ہے اور وہ اپنی مرضی سے کسی سے بھی کوئی وعدہ اور معاہدہ کرسکتا ہے، بشرطیکہ اس کا تعلق امارت سے نہ ہو، اور مفاد امارت کے خلاف نہ ہو، اگر امیر شریعت کوئی ایسا حکم دیں گے تو اس میں سمع وطاعت ضروری نہیں ہوگی کیوں کہ خالق کی معصیت کے ساتھ مخلوق کی اطاعت کے کوئی معنی نہیں، اسی کو لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ امیر شریعت کی بیعت یہاں اطاعت فی المعروف میں کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امیر شریعت کے اختیارات غیر محدود نہیں ہیں کہ وہ جس طرح چاہے مامور کے ساتھ معاملہ کرے، بلکہ اس کے اختیارات محدود ہیں، بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے قیام امارت کے وقت ہی امیر کے اختیارات اور دائرہ کار پر سہ نکاتی فارمولہ طے کیا تھا، جسے اس وقت کے اکابرین کی تائید حاصل تھی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے لکھا تھا:

''ا۔ امیر کے اختیارات محدود ہوں گے وہ ایسے مسائل کو نافذ کرے گا جس سے بلا فرق وامتیاز پوری امت مسلمہ کی فلاح وبہبود متصور ہو۔ ۲۔ امیر شریعت کو ایسے فروعی مختلف فیہ مسائل کے اجراء وتنفیذ سے کوئی تعلق نہ ہوگا جو اجتماعی زندگی کے لیے ضروری نہیں ہیں، وہ مسائل مختلف فیہ میں بحث ومذاکرہ کو نہیں روکے گا، لیکن جنگ وجدال اور شر وفساد کو روکنے اور دفع کرنے کے لیے کوشاں رہے گا۔ ۳۔ امیر شریعت کا ہر عمل وخیال تمام فرقۂ اسلامیہ کے لیے واجب الاتباع نہیں ہوگا، اگر کسی ذی علم کی تحقیق امیر شریعت کی تحقیق کے خلاف ہو اور اس بنا پر وہ مسئلہ خاص میں امیر کی اتباع نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور نہ اس بنیاد پر بیعت اتباع ختم ہوگی۔'' (امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب)

ان تمام امور پر میں فرق وامتیاز وہ شخص نہیں کرسکتا جس کی نظر نصوص شرعیہ قران واحادیث پر نہ ہو، فقہ واصول فقہ کی جزئیات وکنہیات سے ناواقف ہو، اسی لیے بانی امارت شرعیہ نے امیر کے جو اوصاف بیان کیے اس میں امیر شریعت کا عالم باعمل ہونا، متقی اور پرہیزگاری کے ساتھ طبقہ علماء میں علمی حیثیت سے ایک حد تک باوقار ہونے کو لازم قرار دیا، یہ بھی لکھا کہ مشائخ طریقت میں صاحب بصیرت، حق گو، حق میں اور بے باک ہو، مادی طاقت سے وہ مرعوب نہ ہو، انہوں نے لکھا کہ مسائل حاضرہ میں بھی ایک حد تک بصیرت کے ساتھ رائے دے سکتا ہو، لا پروائی اور خودرائی کے مرض سے پاک ہو۔

ابوالمحاسن مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے جو اوصاف امیر بیان کیے ہیں، اس کی روشنی میں دستور امارت شرعیہ میں لکھا ہے کہ: ''(۱) عالم باعمل ہو یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی اور حقائق کا معتد بہ علم رکھتا ہو اور اغراض ومصالح شریعت اسلامیہ وفقہ اسلامی وغیرہ سے واقف ہو اور احکام شریعت پر عمل پیرا ہو۔ (۲) سیاسیات ہند وسیاسیات عالم اسلامیہ سے واقفیت رکھتا ہو اور حتی الامکان تجربہ سے اکثر صائب الرائے ثابت ہو چکا ہو۔ (۳) ذاتی قابلیت ووجاہت کی وجہ سے عوام وخواص کے اکثر طبقات کی ایک معتد بہ جماعت پر اس کا اثر ہو۔ (۴) حق گو، حق شنو، جری اور صاحب عزیمت ہو۔ (۵) فقہی تعبیر میں اس کی ذات کو مابزول بہ مقصود الامارۃ سے تعلق نہ ہو۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ امیر شریعت اغراض ومصالح شریعت کے خلاف عوام وخواص کو کوئی حکم نہیں دے سکتا ہے، کیوں کہ وہ امیر شریعت تنفیذ شریعت کے لیے بنا ہے نہ کہ احکام شریعت کی ان دیکھی کے لیے، اگر ایسی نوبت آگئی کہ امیر بننے کے بعد بھی اس کے لیے مصالح المسلمین سے متعلق احکام کا صدور اور اس کی تنفیذ دشوار ہو تو اسے اس عہدہ سے الگ ہوجانا چاہیے، کیوں کہ اس کی وجہ سے مقاصد امارت فوت ہوتا ہے، تمام امراء شریعت نے ہر دور میں اس اصول اور دستور، کی پاسداری کی چنانچہ مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ نے اسی دائرہ کار کو سامنے رکھ کر اپنے گشتی مراسلہ میں لکھا کہ ''تمام مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ امارت کا مقصد کیا ہے، خدمت وحفاظت اسلام، بقائے عزت وناموس دین، اجراء احکام شرعیہ جو بجز اجتماعی قوت کے ممکن نہیں ہے، ان مقاصد ومصالح شرعیہ کو پیش نظر رکھ کر میں اسی نوع کے احکام جاری کروں گا، جس سے حیات اجتماعی کو تعلق ہو اور وہ ایسے احکام ہوں گے جو مسلمانوں کی کسی جماعت کے خلاف نہ ہوں---- ہمارا فرض ہوگا کہ کسی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے۔'' (امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب)

بانی امارت شرعیہ کو اس بات کا احساس تھا کہ امارت شرعیہ کی تحریک کو اختلاف مسلک کے نام پر بھی سبوتاز کرنے کی کوشش کی جائے گی اس لیے انہوں نے امیر شریعت کے دائرہ کار کی تعیین کے ساتھ اختلاف مسلک پر بہار کے بیالیس ممتاز علماء کرام کے دستخط سے ایک رسالہ ''اختلاف مسلک اور امارت شرعیہ'' کے نام سے شائع کرایا جسے امارت شرعیہ کی پالیسی کا اعلان سمجھنا چاہیے۔ اس رسالہ میں مولانا نے لکھا کہ

''مختلف مسائل میں جن کی ضرورت اجتماعی زندگی اور اسلامی تمدن میں نہیں، امیر شریعت بحیثیت امیر شریعت نفیاً یا اثباتاً کوئی حکم جاری نہیں فرمائیں گے، ان مختلف فیہ مسائل میں ہر مسلمان آزاد ہے، اپنی تحقیق یا اپنے اساتذہ وشیوخ کی تحقیق کی بنا پر جس مسلک کو چاہے اختیار کرے اس قسم کی آزادی جس طرح مامورین اور تمام مسلمانان بہار کے لیے ہے اسی طرح خود امیر شریعت اور کارکنان امارت کے لیے بھی ہے۔ (اختلاف مسلک اور امارت شرعیہ)

اکابر امارت شرعیہ اور امراء شریعت کا ہر دور میں یہی طریقہ کار رہا ہے، چنانچہ امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کے سامنے ان کے امیر بننے کے بعد کتاب الاحکام امیر شریعت پیش کیا گیا تو آپ نے لکھا:

''کارکنان امارت کا فرض ہے کہ وسعت نظر اور فراخ دلی سے کام لیں، پوری یک جہتی کے ساتھ مقصد عظیم پر نظر جماتے ہوئے فروعی اور جزوی اختلاف سے دامن بچاتے ہوئے آگے بڑھیں اور جب تک کسی مسلک وخیال سے کفر واسلام کا اختلاف نہ ہو رواداری ترک نہ کریں۔''

دستور امارت شرعیہ میں دفعہ ۱۷ر اور ۱۸ر میں لکھا ہے کہ ''امیر کے تمام احکام جو شریعت کے مطابق ہوں گے، مسلمانوں کے لیے واجب الاطاعت ہوں گے۔ جو شخص علماء کرام اور اعیان ملت کے اتفاق رائے یا کثرت آرا سے امیر شریعت منتخب ہوجائے اس کی معروف شرعی میں اطاعت کرنی اور یہ اطاعت نصب امیر کے بعد مسلمانوں پر لازم وواجب ہوگی۔ (دستور امارت صفحہ ۹)

دستور میں یہ بھی صراحت ہے کہ اگر امیر شریعت سے کھلے کفریہ اعمال کا صدور ہو یا اعمال میں اس قدر بے راہ روی آگئی ہو کہ ''محارم متفق علیہا'' کا ارتکاب کرنے لگے اور تنبیہ کے بعد بھی باز نہ آئے تو وہ مستحق عزل ہوگا۔''

''مختلف مسالک کے مسلمانوں کو ان کے مسلک میں آزاد رکھتے ہوئے باہم متحد رکھنے کی کوشش کرنا بھی امیر شریعت کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔''

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی تحریروں اور دستور کے دفعات جو اوپر نقل کیے گیے اس کا مطلب یہ ہے کہ امیر کا دائرہ کار محدود ہے اور وہ کسی بھی ایسے حکم کے اجراء سے پرہیز کرے گا جس سے مسلمانوں میں انتشار اور خلفشار کا اندیشہ ہو، اس کی اطاعت معروف میں کی جائے گی اور اگر وہ شرعی تقاضوں کے خلاف حکم دے گا تو اس میں سمع وطاعت ضروری نہیں ہوگی، امیر شریعت کا عالم باعمل اور نصوص شرعیہ سے واقف ہونا ضروری ہوگا۔ تاکہ حکم دیتے وقت، معروف اور منکر میں بغیر کسی تاویل کے تمیز کرسکے۔

اچھی باتیں

''عورت کی خوب صورتی حیا میں اور تحفظ حجاب میں ہے ☆ پردہ نظر کا ہوتا ہے اسی سوچ نے آدھی انسانیت کو برہنہ کردیا ☆ حجاب آپ کی شناخت چھپاتا نہیں؛ بلکہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ باعزت خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک مسلمان خاتون ہیں ☆ ہر کوئی اپنے لیے تو جی سکتا ہے، دوسروں کے لیے جینا سیکھو ☆ ایک آدمی دھوپ میں آٹھ گھنٹے مزدوری کرسکتا ہے، لیکن پنکھے کے نیچے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز نہیں پڑھ سکتا، وجہ یہ ہے کہ جسم مضبوط ہے اور روح کمزور۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''پرائیویٹ اسکول اب تعلیم کے مراکز نہیں، مول ہوگیے ہیں، یہاں کتابیں بکتی ہیں، کپڑے بکتے ہیں، جوتے بکتے ہیں، موزے بکتے ہیں، بستے بکتے ہیں، ٹیوشن کے ماسٹر بکتے ہیں، کچھ اسکولوں میں مذہب بھی بکتا ہے اور سب سے آخر میں تعلیم بکتی ہے، اور یہ سارے سامان لاگت قیمت سے دس گنے پر بیچے جاتے ہیں۔ اسکول نہیں ہوا، تجارت کی دوکان ہوگئی، مستثنیات سب جگہ ہیں، یہاں بھی ڈھونڈھنے سے مل سکتے ہیں، لیکن عمومی احوال یہی ہیں، جن کا ذکر کیا گیا۔'' (منقول)

اللہ کی باتیں ـــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

عورتوں کا دائرہ عمل

’’وہی اللہ ہے جس نے تمہیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا (یعنی حوا) کو بنایا، تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر (اولاد آدم کا حال یہ ہوا کہ) جب مرد اپنی بیوی سے ہم آغوش ہوا تو بیوی کو حمل ٹھہر گیا، ہلکا سے حمل، وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی رہی، پھر جب بوجھل ہوگئی تو دونوں نے اللہ سے ’’جو دونوں کا رب ہے‘‘ دعا کی کہ اگر آپ ہمیں صحیح سالم فرزند عطا فرمائیں گے تو ہم شکر گزار ہوں گے‘‘ (سورہ اعراف:۱۸۹)

وضاحت: اس آیت کی ابتدا میں حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کی پیدائش کا ذکر کیا گیا کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی طرح حضرت حوا کی تخلیق بھی اپنی حکمت بالغہ سے فرمائی اور پھر اس کے بعد توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا گویا اس آیت میں اس امر کی نشاندہی کی گئی کہ تخلیق انسانیت کے اعتبار سے مرد و عورت کا آغاز ایک ہی سر چشمہ سے ہوا اس حیثیت سے سارے انسان خدا کی نظر میں یکساں اہمیت اور احترام کے لائق ہیں، ارشاد ربانی ہے کہ عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے سے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے حقوق ان پر ہیں (البقرہ:۲۲۸)

البتہ حقوق کی تقسیم میں فطری صلاحیت و استعداد کی بنا پر دونوں کے دائرہ کار کو الگ الگ رکھا تا کہ اعتدال و توازن قائم رہے یعنی معاشرہ میں عورت کا بنیادی فریضہ خاندان سنوارنا اور بچوں کی تربیت و نگہداشت کرنا قرار دیا اور روزی کمانے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی اور اس ذمہ داری کے لحاظ سے اس کا یہ حق مقرر کیا کہ اس کو گھر کے نگہبان کا مرتبہ عطا فرمایا اور دونوں کو بشارت دی کہ وہ اپنی جدو جہد کے مطابق اللہ کے یہاں اعزاز و اکرام کے مستحق ہوں گے، لیکن تہذیب جدید نے عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ لاکھڑا کر دیا اس کی صنفی حیثیت کا پاس و لحاظ کئے بغیر انہیں شمع محفل بنادیا اور آزادی نسواں کا نعرہ لگا کر اس کی عزت و ناموس کو تار تار کرنا شروع کردیا، ذرا غور کیجئے کہ ہوٹلوں اور ریسٹورینٹ میں مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط کس قدر شہوت رانی کی کیفیت پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے انسانی سماج میں فحاشی، بے حیائی اور آوارگی ایک وبائی شکل میں پیدا ہوتی جارہی ہے اور اس کی وجہ سے خاندانی نظام کے تار و پودے بکھرتے نظر آرہے ہیں، معاشی بہتری اور معیار زندگی کی ترقی کے باوجود لوگوں کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی، ان حالات میں مسلمانوں کو اپنا داعیانہ کردار ادا کرنے کے لئے میدان عمل میں آنا اور دنیا کو بتانا ہوگا کہ اسلام نے عورتوں کے سروں پر عزت و احترام کا جو تاج رکھا ہے اس کی حفاظت کی جائے اور دور حاضر کی تہذیب سے کنارہ کشی اختیار کی جائے تا کہ دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن سکے اور ہماری معاشرتی و عائلی زندگی میں خیر و بھلائی کا خوشگوار ماحول بن سکے، مذکورہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے بچوں کی پیدائش پر شکر گذار بندہ بننے کی تلقین کی اور کہا کہ جب ہم تمہیں صحیح سالم بچہ عطا کر دیا تو مشرکانہ طرز عمل نہ اختیار کرنا کہ یہ کسی بزرگ کے طفیل میں ہوا ہے یہ سب مشرکانہ عقائد ہیں جن سے ایک مومن بندہ کو پرہیز کرنا چاہئے۔

تین جامع ہدایتیں

’’حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جہاں کہیں رہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر برائی کے بعد اچھا عمل کر لیا کرو کہ اچھائی برائی کو مٹا دیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ‘‘ (ترمذی شریف)

مطلب: دنیا میں وہی قومیں ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار ہوتی ہیں، جو یقین کی دولت، اصول و اخلاق کی قوت اور اعمال و کردار میں نکھار رکھتی ہیں، جو قومیں ان صفات حمیدہ سے عاری ہوتی ہیں، سمجھ لینا چاہئے کہ اس سے انسانیت و شرافت کا سوتا خشک ہوگیا، اب ظاہری چمک دمک اس کو تباہی سے نہیں بچا سکتی ہے، اسی لئے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مختلف موقعوں پر اعلیٰ اخلاق و کردار سے مزین رہنے کی تلقین فرمائی ہے، تا کہ اس کی زندگی ہری بھری رہے، چنانچہ اس حدیث میں تین جامع ہدایت بیان فرمائی، اول یہ کہ تم جہاں بھی رہو اور جس جگہ بھی رہو، ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو، کیونکہ تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی سے انسان بہت سی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے، اس کے دل میں یہ خیال گردش کرتا رہتا ہے کہ ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے: ’’ان الذین ہم من خشیۃ ربہم مشفقون‘‘ جو اپنے رب کی خشیت سے ڈرتے ہیں تو اس کی زندگی سراپا بندگی اور عبادت سے معمور ہو جاتی ہے، دوسری ہدایت یہ فرمائی کہ ہر برائی کے بعد کوئی اچھا عمل لیا کرو کہ اچھائی برائی کو مٹا دیتی ہے، اولا یہ کہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ قابل مذمت ہے، لیکن اگر کہیں کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہوں، توبہ و ندامت کے آنسو بہائیں اور آئندہ کے لئے پختہ عزم کریں کہ پھر گناہ سرزد نہ ہو، اب اگر گناہ صادر ہو ہی گیا تو فوراً کوئی نیک عمل کر لیں، اس سے گناہ دھل جائے گا اور آخری بات یہ ہے کہ مومن خدائی بلندیوں میں جینے والا انسان ہوتا ہے، اس لئے اس کو ہر حال میں ایک بلند کردار انسان بنا رہنا چاہئے بلندی فکر کو کسی حال میں ختم نہ کریں، کیونکہ خدا کے نیک اور مقبول بندے وہی قرار دیئے گئے ہیں جن کے اخلاق بھی اچھے ہوں، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ ’’حسن الخلق خلق اللہ الاعظم‘‘ خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے ہم انہی اخلاق کو اچھا کہتے ہیں جو صفات ربانی کا عکس ہیں اور یہی ہماری زندگی کی روحانی سیر کی آخری منزل ہے اخلاق کا اس سے بلند تر تخیل ممکن نہیں، اس لئے لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیئے کہ یہ ایمان کا ایک حصہ ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

غیر عالم کو عالم کہنا:

س: ایک شخص جو وضع قطع درست رکھتا ہے، شرعی لباس بھی پہنتا ہے، لوگ اسے عالم یا حافظ کہتے ہیں، حالانکہ وہ ان تعلیمات سے ناواقف ہوتا ہے، تو کیا اسے حافظ یا عالم کہا جا سکتا ہے؟

ج: وضع قطع کا درست رکھنا اور شرعی لباس پہننا شریعت کا مطلوب اور محمود و پسندیدہ عمل ہے لیکن محض اس عمل کی وجہ سے کوئی شخص عالم و حافظ نہیں ہوسکتا، جب تک اس نے کسی معتبر و معتمد عالم دین سے دینی علم حاصل نہ کیا ہو، اسی طرح قرآن کریم مکمل حفظ نہ کیا ہو ایسے غیر عالم و غیر حافظ کو عالم یا حافظ کہنا شرعاً درست نہیں ہے۔

فتاوی ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہے:

صرف وضع قطع درست رکھنے اور شرعی لباس پہننے سے کوئی عالم و حافظ نہیں ہوسکتا، عالم وہ ہوگا جو دینی و مذہبی معلومات رکھتا ہو اور حافظ اصطلاحاً وہ ہوگا جو قرآن کریم کا حافظ ہو، مذکورہ صورت میں جبکہ آپ کے بیان کے مطابق وہ شخص ان تعلیمات سے بالکل ناواقف ہے عالم یا حافظ نہیں کہا جا سکتا۔ (۱؍۴۰)

ایک دوسرے سوال کے جواب میں تحریر ہے

جو شخص باقاعدہ کسی دینی درسگاہ یا کسی عالم دین سے علم حاصل نہیں کیا ہوا نہیں عالم کے لقب سے پکارنا درست نہیں ہے اور نہ ہی اپنے کو عالم کہلانا درست ہے۔ (۱؍۴۴)

آن لائن فتوی دارالعلوم دیوبند میں عالم کی تعریف یہ درج ہے۔

علوم دینیہ کے مخصوص نصاب کو ثقہ اساتذہ سے پڑھ کر فارغ ہونے والے شخص کو عرفاً عالم کہا جاتا ہے (جواب نمبر ۱۵۷۲)

غیر عالم کو عالم کہنے کے سلسلہ میں جواب ہے:

جانتے ہوئے کسی غیر عالم کو عالم، غیر حافظ کو حافظ یا غیر مفتی کو مفتی کہنا درست نہیں اور اگر کوئی شخص لاعلمی میں یا دوسروں کی دیکھا دیکھی کہتا ہے تو اسے حقیقت بتا دی جائے۔ (جواب نمبر ۱۷۵۵۳۹)

کرایہ کے مکان کا رنگ و روغن کس کے ذمہ ہے:

س: خالد کرایہ کے مکان میں رہتا ہے، دس سالوں سے مکان میں کوئی رنگ و روغن نہ ہونے کی وجہ سے بدنما سا لگتا ہے، نلکوں میں پانی بھی بہت رک رک کر آتا ہے جس سے کافی دشواری ہوتی ہے، ان چیزوں کی اصلاح کس کے ذمہ ہے، اگر کرایہ دار اپنے پیسے سے ان کاموں کو کروا دے تو اخراجات کرایہ سے منہا کر سکتا ہے یا نہیں؟

ج: مکان کا رنگ و روغن اور نل کی درستگی مالک مکان کے ذمہ ہے، کرایہ دار پر نہیں، اگر مالک مکان رنگ و روغن نہیں کرواتا یا نل درست نہیں کرواتا جس سے پانی کی دقت اور رہائش میں دشواری ہو رہی ہے تو ایسی صورت میں کرایہ دار کو حق حاصل ہوگا کہ اجارہ کا معاملہ ختم کر کے مکان خالی کر دے، البتہ اگر مالک مکان کرایہ دار کو اس بات کی اجازت دے دیتا ہے کہ وہ مذکورہ کام کروا کر اخراجات کرایہ سے منہا کر لے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور اگر کرایہ دار اپنی مرضی سے یہ سب کام کرتا ہے تو وہ متبرع ہوگا، اخراجات خود برداشت کرنا ہوگا کرایہ سے منہا نہیں کر سکتا ہے

و تطیین الدار و اصلاح میازیبھا و مابنی من بناء ھا علی رب الدار دون المستاجر و لا یجبر علی ذالک ولکن المستاجر ان یخرج اذا لم یعمل .... و اصلاح بئر الماء وبئر البالوعہ والمخرج علی رب الدار و ان کان امتلا من فعل المستاجر فلایجبر علی ذلک وفی التفرید: وان امتنع یصیر عذرا فی فسخ الاجارۃ، وفی الخانیۃ ولایکون ذالک علی المستاجر فان فعل المستاجر یکون متبرعا ولایحتسب من الاجر (الفتاوی التاتارخانیۃ:۱۵/۱۵۱، کتاب الاجارۃ الفصل السادس عشر)

بینک منیجر کے بچہ کو پڑھا کر فیس لینا:

س: زاہد بینک منیجر کے بچہ کو ٹیوشن پڑھاتا ہے جس پر اس کو ماہانہ فیس ملتی ہے، یہ فیس لینا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

ج: بچوں کو پڑھانا اور اس پر فیس لینا ایک جائز عمل ہے، زاہد چونکہ اپنے جائز عمل کا معاوضہ لیتا ہے اس لئے یہ معاوضہ اس کے لئے شرعاً جائز و درست ہے۔

وراثت سے حصہ نہ لینے کے وعدہ کے باوجود حصہ کا دعویٰ:

س: ایک آدمی کا انتقال ہوا، وارثین میں دو لڑکا اور دو لڑکی کو چھوڑا، ایک لڑکی نے کہا کہ ہم حصہ نہیں لیں گے، لیکن جب بھائیوں نے زمین و جائداد کا بٹوارہ کیا اور زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب وہ اپنے حصہ کا دعویٰ اور مطالبہ کر رہی ہے، کیا اب اس کا مطالبہ درست ہے؟

ج: تقسیم جائداد سے قبل کسی وارث کا اپنے شرعی حصہ سے دست بردار ہو جانا شرعاً معتبر نہیں ہے، البتہ تقسیم جائداد کے بعد اپنے حصہ پر قبضہ کر کے کسی کو دینا یا کچھ لے کر اپنے باقی حصہ سے دست بردار ہو جانا شرعاً جائز و درست ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون کا یہ کہنا کہ میں اپنا حصہ نہیں لوں گی اس سے اس کا حصہ ختم نہیں ہوا، ابھی بھی اس کا حصہ باقی ہے جس کا مطالبہ شرعاً جائز ہے۔

لو قال ترکت حقی من المیراث او برات منھا او من حقی لایصح وھو علی حقہ لان الارث جبری لایصح ترکہ (تکملہ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الدعوی: ۱۲/۱۱۶، باب دعویٰ النساء) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 36 مورخہ ۵رصفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۳ر ستمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار

حجاز مقدس کا پامال ہوتا تقدس

سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان نے حجاز مقدس کے تقدس کی پامالی کا جو بیڑہ مغربی ممالک کو خوش کرنے کے لیے اٹھایا تھا اور جس کی وجہ سے عریانیت، اباحیت عورتوں کی آزادی کے نام پر سعودی عرب میں جاری برسوں کے صالح اقدار کو ختم کر کے رکھ دیا گیا تھا، اللہ کی پناہ! جوئے خانے، سنیما ہال، مرد وعورت کی رقص وسرور کی مجلسیں اور مغربی انداز میں مردوں، عورتوں کا ایک دوسرے کے گلے میں جھولنا، تعلیمی اداروں میں بغیر عبایا اور حجاب کے ملازمت، ہوٹلوں، مالز اور دوکانوں میں بغیر حجاب ان کی معاشی مصروفیت، تقدس کے نام پر پہلے بھی وہاں بہت کچھ بچا نہیں رہا تھا، لیکن اب حرمین شریفین کا تقدس بھی پامال کیا جارہا ہے، خبر ہے کہ مسجد حرام میں بڑی تعداد میں ایسی عورتوں کی بحال کرلی گئی ہے جو بغیر نقاب کے معتمرین اور حجاج کی خدمت کریں گی، مدینہ طیبہ میں دس سنیما ہال کھولے جائیں گے، وہ شہر جس کی مٹی کو مسلمان خاک شفا سمجھتے ہیں، جہاں کی ہواؤں میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو صاحب دل لوگوں کو محسوس ہوتی ہے، جہاں کی زمین پر امام مالکؒ جوتے پہن کر نہیں چلا کرتے تھے کہ نہ معلوم کہاں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پڑے ہوں گے، اس مقدس زمین پر سنیما ہال بنانے کا منصوبہ دل ودماغ کو بے چین کیے دیتا ہے، شاعر کا مصرعہ ”چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی“ کا ورد کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر واقعتا کوئی ایسا منصوبہ محمد بن سلمان کے زیر غور ہے، واقعتا کا لفظ میں نے شعوری طور پر استعمال کیا ہے، اس لیے کہ خبر میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے، غالب احتمال صدق کا اس لیے نظر آرہا ہے کہ وہاں مغرب کو خوش کرنے کی ایک روش گذشتہ چند سالوں میں تیزی سے پروان چڑھی ہے، اس لیے اس قسم کے منصوبوں کا بنانا بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا، ایسے موقع سے ضروری ہے کہ تمام مسلم ممالک اور ہندو پاک کی قیادت محمد بن سلمان پر دباؤ بنائے کہ وہ اس مذموم حرکت سے باز آئے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے قلوب کو چھلنی نہ کرے۔ سعودی عرب میں اسلامی احکام کے اجراء ونفاذ اور صالح اقدار کے فروغ کی جو تاریخ خادم الحرمین الشریفین فہد بن عبد العزیز پر آکر رکتی دکھ رہی ہے ملک عبد اللہ کے دور میں جس میں کمی آئی اور شاہ سلمان کے دور میں جس کا جنازہ نکل رہا ہے، اس کو پھر سے واپس لانے کی سعی کرے، کیوں کہ حرمین شریفین مہبط وحی ہے، وہاں کے آثار سے پوری دنیا کے مسلمانوں کا قلبی تعلق ہے، خود اس کی حفاظت اور اسلامی احکام میں ان کے آباؤ واجداد کی بڑی قربانیاں رہی ہیں، ان قربانیوں کا تقاضہ ہے کہ حجاز مقدس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو اسلامی احکام کے خلاف ہو، سعودی عرب اسلام اور حرمین شریفین کی وجہ سے ہی پوری دنیا کے لیے مرکز توجہ ہے، اگر یہ ختم ہو گیا تو وہ بھی دوسرے مسلم ممالک کی طرح ہو جائے گا، جہاں عیاشی وفحاشی کے مراکز قائم ہیں، اور سیاحوں کو رجھانے اور لبھانے کے لیے اسلامی اقدار وروایات اور تہذیب وثقافت کو اس طرح ختم کر دیا گیا ہے کہ مغربی تہذیب کا ہی ہر طرف غلبہ نظر آتا ہے، اب آپ کو اسلامی احکام پر عمل کرنا ہے تو اپنی نگاہیں نیچی رکھیے اور دامن دل کو بچا کر چلئے۔

گروی ہوتا ہندوستان

۲۳ر اگست ۲۰۲۱ء کو ملک کی وزیر خزانہ نرملا سیتارمن نے ”راشٹریہ مدری کرن پائپ لائن“ کے نام سے ایک نئے منصوبے کا اعلان کیا ہے، اس منصوبہ کے تحت ہندوستان کے ہوائی اڈے، گیس اور تیل پائپ لائن، کوئلہ کھدانیں، ریل اور ریلوے اسٹیشن، بندرگاہ، برقی توانائی، سبھی کچھ ٹھیکے، پٹے لیز اور کرایہ پر دیا جائے گا، تاکہ اس سے آنے والی آمدنی سے ملک کی لڑکھڑاتی معیشت کو سہارا دیا جاسکے، اس کام میں آٹھ وزارت کی پونجی اور سرمایہ کو داؤ پر لگایا جائے گا، جس سے چار سال میں چھ لاکھ کروڑ کی رقم آئے گی، اس منصوبے کے تحت چار سو ریلوے اسٹیشن، ۲۵ر ہوائی اڈے، ۱۲ر بندرگاہ اور کئی کھیل اسٹیڈیم بڑے کارپوریٹ گھرانوں کے قبضے میں چلا جائے گا، اس کے نتیجے میں پورا ملک گروی ہو جائے گا، یہ بات صحیح ہے کہ وزیر خزانہ نے ان سرمایے کو بیچنے سے انکار کیا ہے اور بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ ملکیت ہر حال میں سرکار کی رہے گی۔

یہ بات غور طلب ہے کہ سرکار اس تیزی کے ساتھ کیوں کانگریسی دور حکومت میں حاصل کردہ چیز کو دوسروں کے حوالے کر رہی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرکار ان کمپنیوں کو چلا نہیں پارہی ہے، ان میں سے کئی کا بجٹ خسارے کا چل رہا ہے، سرکار اسے کارپوریٹ گھرانوں کے حوالہ کر کے اپنی جان چھڑانا چاہتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ملک کا معاشی رجحان مودی دور حکومت میں سرمایہ دارانہ بنا ہے، اور امریکہ سے بڑھتی دوستی نے ہمارے وزیر اعظم کو یہ سکھایا ہے کہ حکمراں طبقہ تجارت کرنے کے لیے نہیں، حکومت کرنے کے لیے ہے، اس لیے سرمایہ کاری اور تجارت کا کام تجارتی گھرانوں کے حوالہ کر دیا جائے، اس سے سرمایہ داروں سے حکومت کی قربت بڑھے گی اور وہ وقت پر کام بھی آئیں گے، وزیر اعظم مودی اور وزیر داخلہ امیت شاہ کا تعلق گجرات سے ہے اور یہ بڑے کاروباری گھرانے گجرات سے آتے ہیں، اب تک کی تاریخ بتاتی ہے کہ حکومت نے جو کچھ حوالہ کیا ہے، ان میں زیادہ تر وہی کمپنیاں ہیں، جن کا تعلق گجرات سے ہے، یہ ہم خرمہ وہم ثواب کے قبیل سے ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ملک کا رجحان کانگریسی دور حکومت میں روس کی طرف تھا وہاں سرمایہ دارانہ نظام کو کچل کر رکھ دیا گیا تھا اور ساری دولت حکومت کی سمجھی جاتی تھی، انفرادی ملکیت کا تصور دھیرے دھیرے ختم ہو گیا تھا، روس سے قربت کے نتیجہ میں کانگریسی دور حکومت میں آمدنی کے وسائل کو قومیا لیا گیا، تاکہ وسائل پر حکومت کا قبضہ ہو اور اس کی آمدنی سے کاروبار حکومت کو چلایا جائے۔

اب حکومت پھر سے قومی وسائل کو اونے پونے داموں کارپوریٹ گھرانے کو دے رہی ہے، اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوگا کہ بہتر خدمت کے نام پر چیزوں کی قیمتیں بڑھیں گی، حکومت کا قیمت پر کنٹرول نہیں رہے گا، حالات ایسے پیدا کیے جائیں گے کہ آپ خواہی نخواہی ان کے پروڈکٹ اور مصنوعات لیں، جیسا کہ مواصلات میں ہم نے تجربہ کیا، آج بی ایس این ال سے زیادہ دوسری کمپنیوں کے سم ہمارے موبائل میں لگے ہوئے ہیں، جو ہم کے افتتاحی پروگرام میں خود وزیر اعظم نے اسے لانچ کیا تھا ایسے میں بی ایس این ال نیچے چلا گیا، جو لوگ اس میں کام کرنے والے ہیں، ان سے دوسری کمپنیوں نے تعلقات بنا لیے اور کارکردگی اس قدر بی ایس این ال کی گر گئی کہ اس کا فل فارم ”بھائی صاحب نہیں لگے گا“، بن گیا، ایسے میں صارفین (کسٹومر) کے پاس اس کے لیے چارہ نہیں تھا کہ وہ دوسری کمپنی کی خدمات حاصل کرلیں۔

مستقبل میں یہی حال ہوائی جہاز، ریلوے، جہاز رانی، برقی توانائی، گیس وغیرہ کا بھی ہونا ہے ملک دھیرے دھیرے امیروں کے ہاتھ میں چلا جائے گا، انگریزوں کی غلامی ہندوستان میں تجارت ہی کے حوالے سے آئی تھی، اب دوسری غلامی ان کارپوریٹ بڑے تاجر گھرانوں کی کرنی ہوگی، جس کے علاوہ ہندوستانیوں کے پاس کوئی چارہ کار نہیں ہوگا۔

وزیر خزانہ نرملا سیتارمن نے کہا ہے کہ اس سے روزگار میں اضافہ ہوگا، یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اس لیے کہ بڑی کمپنیوں میں کام انسانوں سے کم، مشینوں سے زیادہ ہوتا ہے، صنعتی انقلاب کے دوسرے دور میں بے روزگاری کا تناسب اسی لیے بڑھا ہے کہ کام کا انحصار مشینوں پر ہو گیا، پہلے سڑک کے کام میں کتنے مزدور لگتے تھے؟ اب جے سی بی تنہا سیکڑوں لوگوں کا کام گھنٹوں میں نمٹا دیتی ہے، یہ ایک مثال ہے جو سامنے کی ہے اور سب کی نظر کے سامنے ہے، ورنہ انسانوں کی جگہ پر روبوٹ (مصنوعی انسان) کس تیزی سے مختلف قسم کے کاموں کو نمٹاتا ہے، اس کا اندازہ ان لوگوں کو ہے، جنہوں نے اسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ سنٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکانومی کی رپورٹ کے مطابق ملازمت کی تعداد جولائی میں ۳۸-۳۹۹ ملین سے کم ہو کر اگست میں ۸-۳۹۷ ملین رہ گئی ہے، صرف ایک مہینہ میں ۱۳ر لاکھ لوگوں نے اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو لیا ہے، سی ام آئی کے مطابق جولائی میں قومی بے روزگاری کی شرح ۹۵ء۶ فی صد سے بڑھ کر ۳۲ء۸ فی صد ہو سکتی ہے۔

حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ بی جے پی دور حکومت میں ملکی وسائل امیروں کے پاس گروی رکھے جارہے ہیں، جس سے بے روزگاری بڑھے گی اور مہنگائی میں اضافہ ہوگا، بڑے تاجر گھرانے جو چاہیں گے کریں گے اور حکومت کو ٹک ٹک دیدیم - دم نہ کشیدم کا صحیح مصداق بن کر رہ جائے گی۔

رابعہ سیفی کا قتل

”بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ“ والی حکومت میں بیٹیوں کا قتل رکنے کا نام نہیں لے رہا ہے، ۲۷ر اگست ۲۰۲۱ء کو اس کی تازہ شکار رابعہ سیفی ہوئی ہے، رابعہ سیفی دہلی پولیس میں انسپکٹر تھی، سنگم وہار دہلی کی رہن والی تھی، اکیس سال کی اس دوشیزہ نے صرف چار ماہ قبل پولس کی ڈیوٹی جوائن کی تھی، غریب گھرانے میں پلی بڑھی اس لڑکی میں کچھ کر دکھانے کا جذبہ تھا، لیکن مبینہ طور پر پولیس کے اہل کاروں نے ہی بعض بدعنوانیوں کے افشاء کے خوف سے اس لڑکی کے ساتھ اجتماعی آبرو ریزی کی اور پھر اس کے جسم کو چاقوؤں سے گودھ کر رکھ دیا، اس کے جنسی اعضا کاٹ ڈالے، اس کو ذبح کر دیا، اس کے جسم پر پچاس سے زائد زخموں کے نشان پائے گئے، لوگ احتجاج، دھرنے، کینڈل مارچ سب کر رہے ہیں، لیکن ان میں وہ جوش نہیں ہے جو نربھیا کے موقع سے دیکھنے کو ملا تھا، حالاں کہ رابعہ کے ساتھ جو سفاکیت برتی گئی وہ نربھیا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ رابعہ کے قاتل اب تک گرفتار نہیں کیے جاسکے ہیں، اس سلسلے میں حکومت اور پولیس دونوں کی طرف سے سرد مہری پائی جارہی ہے اور چوں کہ یہ مجرمین پولس کی وردی میں ہیں اس لیے محکمہ ان کو تحفظ فراہم کر رہا ہے، جو انتہائی افسوسناک ہے، اس معاملہ کو ڈرامائی رخ دینے کے لیے پولیس نظام الدین نامی ایک شخص کو رابعہ کا شوہر بتا کر اس سے اس ظالمانہ عمل کو جوڑ رہی ہے، اس کی خود سپردگی اور اقرار کی خبریں بھی آرہی ہیں، حالاں کہ رابعہ کے والدین کا کہنا ہے کہ اس کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی، والدین کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ اس کالے کرتوت کی اعلیٰ سطحی جانچ کرائی جائے، اس سے رابعہ تو واپس نہیں آئے گی، لیکن اس کا سچ ضرور سامنے آجائے گا، ہم رابعہ کے ورثا کے اس مطالبہ کو حق بجانب سمجھتے ہیں اور سارے انصاف پسند لوگ ان کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں۔

اردو کا مسئلہ

ہم اردو کی زبوں حالی کا رونا روتے ہیں، ماتم کرتے ہیں، لیکن ہمیں خوب اچھی طرح یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ زبان ماتم نوحہ اور تشہیر کے بل پر باقی نہیں رہتی، ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ اب مسجد میں دعاؤں کی تختی بھی ہندی میں لگ رہی ہے، ہمارے گھروں میں اخبارات ہندی اور انگریزی کے آرہے ہیں، اردو اخبار کو قاری کی کمی کا شکوہ ہے، ہمارے بچے اسکول میں اردو بطور سبجیکٹ نہیں رکھتے، وہ اردو پڑھنے سے کتراتے ہیں، گھروں میں اب پڑھنے پڑھانے کے بجائے بچہ کو کم عمری میں کنونٹ میں داخل کر دیا جاتا ہے، ہماری ترجیحات انگلش میڈیم اسکول ہیں، ہم اپنے بچے کے فر فر انگریزی بولنے پر فخر کرتے ہیں اور اسے اردو بولنا، لکھنا، پڑھنا نہیں آتا اس پر ہمیں کوئی ندامت نہیں ہوتی، جب تک یہ مزاج باقی رہے گا، ہم اردو کو اس کا مقام نہیں دلوا سکتے، کیوں کہ ہم یہ لڑائی سرکاری سطح پر نہیں داخلی سطح پر ہار چکے ہیں، داخلی شکست کو فتح میں بدلنا خارجی شکست کے مقابلہ میں زیادہ دشوار ہوتا ہے۔

حکومتی سطح پر اردو کے ساتھ جو بے توجہی ہو رہی ہے اور جس طرح اردو سے متعلق اداروں کو معطل کر کے رکھا گیا ہے، اس کے لیے امارت شرعیہ کے ذریعہ قائم اردو کارواں فکر مند ہے اور اس نے وزیر تعلیم کو اس سلسلے میں ملاقات کر کے میمورنڈم بھی دیا ہے، آگے کی کارروائی کے لیے اردو کارواں کو ان کے جواب کا انتظار ہے۔ اسی طرح اردو کارواں نے گیا کے انوگرہ نارائن کالج کے بورڈ سے اردو ہٹانے کے بارے میں بھی اپنا احتجاج درج کرایا ہے اور ایک وفد اس سلسلے میں جلد وہاں کے پرنسپل سے مل کر اس معاملہ کو حل کرانے کی کوشش کرے گا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد ابصار الحق قاسمیؒ

المعہد الاسلامی رجنیا، ڈومن پورہ، مئو، تحفیظ القرآن حقیقت پور، عائشہ گرلس اسکول، اعظمی اسپتال مئو کالونی غالب پور، دانش کدہ لائبریری (جدید) اور سینکڑوں مساجد کے معمار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی بڑے مولانا کے شاگرد رشید الحاج حضرت مولانا محمد ابصار الحق قاسمی نے ۶ر شوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۹ر مئی ۲۰۲۱ء بروز چہار شنبہ لکھنؤ کے ایک اسپتال میں داعی اجل کو لبیک کہا، نماز جنازہ مقامی امام عیدین مولانا مسیح الرحمٰن صاحب نے پڑھائی، تدفین کے وقت آسمان پھوٹ پھوٹ کر رو دیا اور سخت بارش کے باوجود بھیگتے ہوئے اہل تعلق جنازہ میں شریک ہوئے، تدفین مولانا کے قائم کردہ ادارہ المعہد العالی الاسلامی آزادنگر کی جامع مسجد کے باہر جانب جنوب عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے سلمان اور ابوسلمہ ہیں۔

مولانا محمد ابصار الحق قاسمی بن حاجی اسرار الحق (م ۲۰۰۰ء) بن احمد اللہ کی ولادت نواپورہ مئو سابق ضلع اعظم گڈھ میں ۶ر جون ۱۹۶۹ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم کا آغاز دار العلوم مئو کی مرزاہادی پورہ شاخ سے کیا اور یہیں سے عربک پرشین بورڈ الہ آباد کے ذریعہ منعقد منشی کے امتحان میں شرکت کر کے کامیابی حاصل کی، منشی کے بعد انہوں نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی زیر سرپرستی انہیں کے قائم کردہ ادارہ مرقات العلوم میں داخل ہو کر علوم دینیہ کی تکمیل کی، بڑے مولانا علیہ الرحمۃ نے اس ادارہ کو تخصص فی الحدیث کے طلبہ کے لیے قائم کیا تھا، لیکن پھر یہ روایتی قسم کا مدرسہ ہو گیا اور عربی اول سے دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم یہاں ہونے لگی، مولانا محمد ابصار الحق قاسمی نے یہاں بڑے علماء اور خود حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ سے کسب فیض کیا، دار العلوم دیوبند کے فیوض وبرکات کے حصول کے لیے دیوبند چلے گئے اور وہیں سے سند فضیلت حاصل کی۔

تدریسی زندگی کا آغاز دار العلوم مئو سے کیا، لیکن معاشی تنگی اور مدرسہ کی جانب سے ملنے والی تنخواہ ان کی اور ان کے اہل وعیال کی کفالت کے لیے ناکافی تھی، اور دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا، حالاں کہ مئو کے بہت سارے علماء درس وتدریس کے بعد پاور لوم اور دوسرے تجارتی ذرائع سے اچھی خاصی معاشی یافت کرتے ہیں اور مطمئن رہتے ہیں، بلکہ بعض لوگوں کے بارے میں یقین سے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ وہ تدریسی زندگی خدمت کے جذبہ سے اختیار کرتے ہیں، علم بھی باقی رہتا ہے اور دین کی خدمت بھی ہوتی ہے، شاید اسی وجہ سے وہاں تعلیم ہمارے وقت میں ایک بجے دن تک ہوتی تھی، اور بقیہ اوقات معاشی تگ ودو کے لیے بچالیا جاتا تھا، چوں کہ میں نے دور طالب علمی میں سات سال وہاں گذارے اور قریب سے وہاں کے علماء، صلحاء کو دیکھا اس بنیاد پر میں یہ بات لکھنے میں حق بجانب ہوں۔

بات آگے نکل گئی بتانا یہ تھا کہ مولانا سے جو اللہ کو کام لینا تھا اس کی وجہ سے مولانا کی طبیعت ان غیر علمی کاموں کے ذریعہ معاش کے حصول پر آمادہ نہیں ہوئی اور ضروریات زندگی منہ پھاڑے کھڑی تھی، چنانچہ مولانا نے چند سالوں کے لیے بیرون ملک جا کر روزی کمانے کا فیصلہ کر لیا، کوئی دس سال سعودی عرب میں معاشی مضبوطی کے لیے گذارے، اس محنت وجانفشانی کے نتیجے میں جب تنگی دور ہوئی اور فراخی کا دور شروع ہوا تو آپ نے وطن واپسی کا فیصلہ کیا؛ تاکہ وہ اپنے ہم وطنوں کے کام آسکیں، تعلیمی اور خدمت خلق کے اداروں کے ذریعہ علم کی روشنی پھیلائیں اور پریشان حال لوگوں کے کام آئیں، چنانچہ انہوں نے ۲۰۰۱ء میں نواپورہ میں المعہد الاسلامی کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا، خاور پور میں مسجد ومکتب کی بنیاد ڈالی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی تحریک پر ۲۰۰۶ء میں مدرسہ تحفیظ القرآن، ۲۰۰۸ء میں عائشہ گرلس اسکول ۲۰۰۷ء میں اعظمی اسپتال اور ۲۰۱۷ء میں اعظمی اسپتال کی نئی عمارت بنوائی اور کام شروع کیا۔

مولانا نے غربت کی زندگی جی تھی اور اسے برتا تھا، اس لیے ان کی توجہ خود کفیل معاشی نظام کی طرف رہی، انہوں نے غربا اور ضرورت مندوں کو روزگار کے لیے رقم فراہم کرائی، تاکہ وہ اپنا کاروبار شروع کر سکیں، انہوں نے بیواؤں اور غریب عورتوں کو سلائی مشین دی تاکہ وہ گھر میں مولانا بیٹھ کر اپنی معاشی حالت کو درست کر سکیں، انہوں نے بہت سارے لوگوں میں گمٹی اور رکشہ ٹرالی تقسیم کیا، تاکہ وہ اپنا روزینہ حاصل کر سکیں۔

مولانا کی نانی ہال بہار تھی، ان کے نانا کا نام محمد زکریا تھا جو جیودھارا نرکٹیا گنج کے رہنے والے تھے، ۱۹۹۷ء میں الحاج ارشاد احمد رنگی کی صاحب زادی سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور پوری زندگی کامیاب ازدواجی زندگی گذاری۔

مولانا مرحوم سے میری صرف ایک ملاقات تھی، جو دس روز کو محیط تھی، یہ ملاقات لندن میں ہوئی تھی، ہم دونوں اپنے اپنے کام سے برطانیہ وارد ہوئے تھے، پہلی ملاقات مرکز ختم نبوت میں ہوئی، پھر ہم لوگوں نے دس روز ساتھ ساتھ گذارا، اس درمیان میں نے انہیں مئو کے عہد رفتہ کی کہانی سنائی، میں نے انہیں بتایا کہ میری شعور وآگہی میں مئو کی تاریخ محفوظ ہے، انگریزی میں ہے، میں نے مولانا قاری ریاست علی بجیرہ آبادی، مولانا عبد اللطیف نعمانی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی عرف بڑے مولانا رحمہم اللہ دور دیکھا ہے، کامریڈ خیر البشر اور مولوی عبد الباقی، مولانا عبد اللطیف نعمانی کے صاحب زادہ مولانا حبیب الرحمٰن نعمانی رحمہم اللہ کی سیاست کا چشم دید گواہ ہوں، میں نے دانشکدہ مرحوم کا ذکر چھیڑا، جہاں کی اکثر کتابیں میرے مطالعہ سے گذر چکی تھیں۔ میں نے مئو کی علمی وادبی فضا کا ذکر کیا، فضا ابن فیضی کی شاعری اور ادبی بساط پر نووارد "نکھار" کا تذکرہ کیا اور خود امیر حمزہ اعظمی کی ادارت میں نکلنے والے مجلہ اور اس کی شریک ادارت رہنے کا تذکرہ کیا، مولانا مشتاق احمد صاحب کی تقریر دلپذیر، مولانا صفات اللہ صاحبؒ کی خوش پوشاکی، مولانا انعام الحق صاحب، اور مولانا بدیع الزماں صاحب کی دور نظامت کے واقعات یادوں کے دریچے سے نکالا، میں نے انہیں یاد دلایا کہ شادی کے بعد دلہن کے آنے کے بعد مئو میں "ست کورہ" کی رسم تھی اور میں نے مولانا سعید الرحمٰن صاحب کی شادی کا "ست کورہ" کھایا تھا، یہ ہمارے یہاں بہار میں "کھیر کھلائی" کے طریقہ کی ایک رسم تھی جو ان دنوں رائج تھی، میں نے انہیں اہالیان مئو کے ذریعہ فراہم کرنے والی "چنگی" (مشت برکت) کی بات بتائی، سینکڑوں کی تعداد میں درجہ حفظ اور عربی دوم تک کے بچوں کی گھریلو کفالت جسے ان دنوں جاگیر کہا جاتا تھا، روشناس کرایا، لیکن اب بہت سی قدریں وہاں کھو چکی ہیں، مولانا نے ان چیزوں کو غور سے سنا ان باتوں کی وجہ سے مولانا سے میری قربت بڑھ گئی اور کہنے لگے کہ آپ تو مئو کی ایک عہد کی تاریخ کو اپنے ذہن ودماغ میں سموئے ہوئے ہیں، ہم نے کئی ایسی مجلسیں مولانا انصار الحق مرحوم کے ساتھ کیں اور "لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم" کے مصداق یہ مجلس طویل ہوتی رہی۔

میں نے محسوس کیا کہ مولانا مرحوم اپنے کاموں کے سلسلے میں انتہائی مخلص تھے، اللہ رب العزت نے انہیں دوسروں کو قریب کرنے، اپنی بات رکھنے کا خصوصی سلیقہ عطا فرمایا تھا، جس کو جو کہہ دیتے وہ ان کے کاموں میں معاون ہو جاتا ہے، ان کی ذات میں خاص کشش تھی، انگریزی میں ایسے لوگوں کو ڈائنامک پرسن کہتے ہیں، اس سفر میں انہوں نے خصوصی طور پر مجھے مئو آنے اور اپنے کاموں کو قریب سے دیکھنے کی گذارش کی تھی، لیکن ۲۰۱۸ء کے بعد جو کورونا کی وبا پھیلی اس نے آمد ورفت کو متاثر کیا اور میرا سفر مئو کا نہیں ہو سکا، حالاں کہ اب وہاں میرے اساتذہ میں سے تو کوئی نہیں ہیں، لیکن ان لوگوں کی بڑی تعداد ہے جو میرے وقت میں دور طالب علمی سے گذر رہے تھے، اور آج بڑے منصب پر فائز ہیں، کشش کی اور بھی وجوہات ہیں، لیکن پابندیوں نے ایسا جکڑا کہ مولانا کی زندگی میں پھر مئو کا سفر نہیں ہو سکا، اور انہوں نے آخرت کی راہ لے لی، اب ملاقات انشاء اللہ قیامت میں ہوگی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر اور اس میں حصہ لینے پر جنت میں مکان کی بشارت دی ہے، مولانا نے چھ سو سے زائد مسجدیں مختلف علاقوں میں بنوائیں، اس لیے ان کے جنت مکانی ہونے میں شبہ نہیں رہتا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

کتابوں کی دنیا — ✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

زاویۂ نظر کی آگہی

زاویۂ نظر کی آگہی، سید محمود احمد کریمی بن مولوی عزیز احمد بن اکابر علی عرف ننکن عاجز بن ہزبر علی بن راحت علی بن محمد کالن بن محمد زین بن محمد قیام الدین بن محمد یتیم کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، ان کی رہائش سیتا پت کالونی لال باغ دربھنگہ میں ہے، کتاب کا انتساب پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی کے نام ہے، جن کی کئی کتابوں کا انہوں نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔

زاویۂ نظر کی آگہی کا آغاز کوائف سے ہوتا ہے، جس میں تین مضمون خود سید محمود احمد کریمی کے ضروری باتیں، مختصر سوانحی خاکہ اور شجرہ نسب کے عنوان سے ہے، ان مضامین میں کریمی صاحب نے اپنا خاندانی پس منظر اور اپنی زندگی کے نشیب وفراز اور کتابوں کے ترجمہ کے سلسلہ میں توضیحی اشاریے دیے ہیں، جو قاری کو کتاب کے مصنف سے قریب تر کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اس کے بعد تاثرات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو منثور بھی ہے اور منظوم بھی اس گوشے میں عبد المنان طرزی، شاہد حسن قاسمی تابش، عبد الاحد ساز، ڈاکٹر احسان عالم، منصور خوشتر، صفی الرحمٰن راعین، ابرار احمد اجراوی کے تاثرات کو جگہ دی گئی ہے، جس کی وجہ سے سید محمود احمد کریمی کے شخصی کوائف، ادبی مقام اور ان کی خدمات سے ہماری واقفیت میں اضافہ ہوتا ہے، یہ سلسلہ صفحہ سینتالیس تک پھیلتا چلا گیا ہے۔

اصل کتاب کا آغاز صفحہ ۴۸ سے ہوتا ہے اور ۱۴۴ پر جا کر کتاب ختم ہوتی ہے، اسے مقالے کا عنوان دیا گیا ہے، جس میں شیخ مجدد کے تصور توحید، اقبال کے تصور خودی، اقبال کی تخلیقی قوت، دور ہا باید، دو قومی نظریہ اور تقسیم ہند کا تخیل، ظفر کی شاعری زنداں میں، تنقید کے ضمن میں، تعلیم کی افادیت، "حملہ کے وقت" تجزیہ، پیغمبر پور اسٹیٹ کی ادبی وثقافتی خدمات، دردِ دل مسلم اور علامہ اقبال کا پیغام عمل کل بارہ مقالے ہیں، ان میں بعض مقالے ادبی ہیں، بعض تاریخی، بعض تعلیمی اور بعض تنقیدی، یہ ایک کشکول ہے جس میں کریمی صاحب نے ہر طرح کے اپنے مضامین ومقالے کو جمع کر دیا ہے، جس طرح غالب کے یہاں مسائل تصوف میں بھی بات بادہ وساغر کہے بغیر نہیں بنتی، کریمی صاحب کے یہاں بھی مضامین میں کچھ نہ کچھ تنقیدی رنگ پایا جاتا ہے، اس رنگ کو ہم جمالیاتی تنقید سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

کریمی صاحب نے ال ال بی کیا ہے، وکیل ہیں، اس لیے انہیں بات کہنے اور رکھنے کا ڈھنگ آتا ہے، دس برس تک وہ یونیورسیٹی میں استاذ بھی رہے اور سولہ برس تک روز پبلک اسکول میں تدریس سے جڑے رہے، انگریزی میں مہارت تامہ ہے اور ہر فن کے مروجہ الفاظ کو انگریزی میں منتقل کرنے پر قادر ہیں، اسی خاص صلاحیت کی وجہ سے متنوع موضوعات کی کتابوں کو انگریزی کا جامہ پہنانے میں وہ کامیاب ہوئے، ایک طرف انہوں نے قصیدہ بردہ اور سورۃ یٰسین شریف کا ترجمہ انگریزی میں کیا تو دوسری طرف مناظر عاشق ہرگانوی کے ناول، "شبنمی لمس" مولانا احمد رضا خان کی "حدائق بخشش"، مناظر صاحب کی کتاب "ہر سانس محمد پڑھتی ہے"، ڈاکٹر امام اعظم کی کتاب "قربتوں کی دھوپ" کل سات کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا، ظاہر ہے ہر موضوع کی لفظیات (ڈکشنری) الگ الگ ہے اور سب کے متبادل انگریزی الفاظ پر قدرت سید محمود احمد کریمی کے فن ترجمہ نگاری کا کمال ہے۔

ترجمہ کے علاوہ ان کے اندر ادبی ذوق بھی بدرجہ اتم ہے، اقبال کو انہوں نے پڑھا ہے اور ان کی فلسفہ خودی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، زاویۂ نظر کی آگہی میں بھی کئی مضمون علامہ اقبال پر ہیں، جو ان کی اقبال شناسی کا عمدہ نمونہ ہیں، ڈاکٹر منصور خوشتر نے لکھا ہے۔

"محمود احمد کریمی کے مقالات نہایت دلکش، سلیس اور سادہ ہوا کرتے ہیں، پیش کش کا انداز نہایت دلچسپ اور لائق توجہ ہے، عبارت صاف، رواں اور سلیس ہے۔ (صفحہ ۳۵)

کتاب کے نام "زاویۂ نظر کی آگہی" پر تھوڑا ذہن ٹھٹھکا تھا، پھر بات سمجھ میں آگئی کہ زاویۂ نظر تو مصنف، مؤلف کا ہوتا ہے، جب نقاد اس کے در وبست سے واقف ہوتا ہے تو اسے آگہی کہتے ہیں، جس طرح پس ساختیات کا عمل کرنے والا شاعر کے الفاظ کے معنی ومفہوم تک ہمیں لے جاتا ہے، اسی طرح تنقید ہمیں مصنف کے زاویۂ نظر سے آگہی بخشتا ہے، اس لیے یہ نام ٹھیک ہی ہے۔

کتاب بہار اردو سکریٹریٹ کے جزوی مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے، قیمت ایک سو پچاس روپے ہے، پٹنہ میں بک امپوریم سبزی باغ اور دربھنگہ میں نولٹی بکس قلعہ گھاٹ دربھنگہ سے حاصل کی جا سکتی ہے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس نے کاغذ، طباعت اور جلد سازی میں اپنے معیار کو باقی رکھا ہے، اس لیے اس کا ٹائٹل قوت بصارت کو تازگی پہونچاتا ہے اور مضامین ذہن ودماغ کو مہمیز کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

قسط یازدہم

حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ بحیثیت محدث

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ☆

محدث سہارنپوری کی تعریف وتحسین:

اس کی تائید مولانا منصور علی خاں حیدرآبادی کی تحریر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت نانوتویؒ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے درس ابوداؤد کے دوران ایسے نکات حدیث بیان کرتے کہ خود محدث سہارنپوریؒ مزے لے کر سنتے اور اسے نوٹ فرما کر مجالس ومجامع میں تذکرہ فرماتے اور مولانا منصور علی خاں مرحوم حیدرآبادی (صاحب سوانح) کے الفاظ ہیں:

''ایسے نکاتِ حدیث وقتِ درس کے (سیدنا الامام الکبیر) نے بیان کئے کہ مولانا احمد علی صاحب مرحوم مجمع عام طلبہ فارغ التحصیل کے روبرو ان توجیہات مولانا مرحوم کو بیان فرما کر مولانا صاحب (سیدنا الامام الکبیر) کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔'' (مذہب منصور: ص۱۸۲، سوانح قاسمی: ج۱رص۴۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درس بخاری:

ارواح ثلاثہ میں ایک اور واقعہ لکھا ہے جس سے زمانہ طالب علمی ہی سے علم حدیث میں آپ کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

''موہنجلاسہ (پنجاب) میں ایک بزرگ راؤ عبدالرحمانؒ خان تھے جو انتہائی صاحب کشف تھے دردزہ کے لئے تعویذ لینے کیلئے کوئی آتا تو تعویذ کے ساتھ کہہ دیا کرتے تھے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی، بعضوں نے پوچھا بھی کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوجاتا ہے تو بولے کیا کروں پیدا ہونے والے بچے کی صورت سامنے آجاتی ہے، اکابر دیوبند سے ان کے گہرے روابط تھے خصوصاً حضرت حاجی صاحبؒ سے ان کے بڑے تعلقات تھے حضرت نانوتویؒ بھی ان سے ملنے کیلئے جایا کرتے تھے پہلے سفر حج کے موقعہ پر رخصت ہوتے ہوئے حضرت نانوتویؒ نے دعا کی درخواست کی تو بزرگ نے فرمایا۔

''تمہارے لئے کیا دعا کروں میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہاں کے بادشاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخاری شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''۔ (ارواح ثلاثہ: ص۱۹۳، نعیمیہ، دیوبند)

درس حدیث:

تعلیم سے فراغت کے بعد انہوں نے باضابطہ کسی مدرسہ میں بیٹھ کر درس نہیں دیا اور نہ ہی اس کیلئے ملازمت اختیار کی، بلکہ ذریعہ معاش تو مطبع میں رہ کر تصحیح کتب کو بنایا (جو خود ایک بڑا علمی کام تھا آج کے زمانے کی پروف ریڈنگ نہ سمجھا جائے) اور مطبع کی چہار دیواری میں ہی وقت کے علماء وفضلاء جو پروانہ وار آپ کے پاس آتے انہیں حدیث کی کتابوں کا درس دیتے آپ بالخصوص صحاح ستہ کی تعلیم دیتے تھے بہت سے علماء جنہوں نے علمی دنیا میں بڑی شہرت حاصل کی، اسی میرٹھ کے مطبع میں ہی حضرت نانوتویؒ سے حدیث کی کتابیں پڑھی تھیں، دارالعلوم کے اول صدر المدرسین حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ تو باضابطہ اسی مطبع میں بغرض تعلیم ملازم ہی ہوگئے تھے اور آپ کے درس میں شرکت کرتے تھے اور بہت سے مشاہیر علماء جو عالم اسلام کے افق پر چمکے، انہیں حضرت نانوتویؒ کے درس میں شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

درس حدیث کا طریقہ:

حدیث کا جو طریقۂ درس حضرت شاہ عبدالغنیؒ اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ کا طرۂ امتیاز تھا وہی طریقۂ درس حضرت نانوتویؒ کے یہاں بھی تھا، سید محبوب رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''درس حدیث میں مذہب حنفیہ کے اثبات وترجیح کا وہ طریقہ اور تنقیحات وتشریحات کا وہ انداز جو آج دارالعلوم دیوبند کا طرۂ امتیاز ہے اور کم وبیش مدارس عربیہ میں مروج ومتداول ہے اسے فروغ دینے میں حضرت نانوتویؒ کا بڑا حصہ ہے، تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک درس حدیث میں صرف حدیث کا ترجمہ اور مذاہب اربعہ بیان کردینا کافی سمجھا جاتا تھا مگر جب اہل حدیث کی جانب سے احناف پر شدومد کے ساتھ یہ الزام لگایا گیا کہ ان کا مذہب حدیث کے مطابق نہیں ہے تو حضرت محمد اسحاق صاحبؒ دہلوی اور ان کے بعض تلامذہ نے مذہب حنفی کے اثبات وترجیح پر توجہ فرمائی، دارالعلوم میں حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ اور دوسرے حضرات نے اس کو یہاں تک فروغ دیا کہ آج حدیث کی کوئی معروف درس گاہ اس سے خالی نظر نہیں آتی''۔ (تاریخ دارالعلوم: ج۱رص۱۱۲)

خصوصیات درس:

حکیم منصور علی خاں صاحب مرادآبادی جو آپ کے خاص شاگردوں میں ہیں انہوں نے آپ کے درس کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ جب کسی اہم اور مشکل مسئلہ کو جمہور کے تصورات کے خلاف ثابت فرماتے تو بڑے بڑے ارباب علم وفضل حیران اور انگشت بدنداں رہ جاتے تھے جو حکم ظاہر میں قطعاً بے دلیل وبرہان معلوم ہوتا وہ تقریر کے بعد عقل کے عین مطابق معلوم ہونے لگتا تھا آپ کے پیش کردہ دلائل کے خلاف بڑے بڑے ارباب علم وفضل کو جرأت نہ ہوتی تھی۔'' (مذہب منصور: ج۲رص۱۷۸، بحوالہ تاریخ دارالعلوم: ص۱۱۳)

اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جسے مشہور مصلح ومرشد قطب عالم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ (جنہوں نے میرٹھ میں حضرت نانوتویؒ کے ایک درس میں شرکت فرمائی تھی) نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

''طالب علمی کے زمانہ میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے درس حدیث میں شریک ہونے کی سعادت مجھے بمقام میرٹھ میسر آئی تھی غالباً یہ وہی زمانہ تھا جب صحیح مسلم کا درس جاری تھا، حدیث پڑھی گئی حنفیوں اور شافعیوں کے کسی اختلافی مسئلہ سے حدیث کا تعلق تھا، میں نے دیکھا کہ مولانا نے ایک ایسی جامع اور مدلل تقریر کی جس سے کلیتہً شافعی نقطۂ نظر کی تائید ہوتی تھی طلبہ حیران ہوئے کہنے لگے کہ آپ کی اس تقریر سے تو معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ ہی کا مسلک صحیح ہے اور حنفیوں کا مذہب حدیث کے مطابق نہیں ہے، تب میں نے دیکھا کہ مولانا نانوتویؒ کا رنگ بدلا اور فرمانے لگے کہ شوافع کی طرف سے اس مسئلہ کی تائید میں زیادہ سے زیادہ کہنے والے اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو یہی کہہ سکتے ہیں جو تم سن چکے ہو، اب سنو! امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی بنیاد یہ ہے اس کے بعد مولانا نانوتویؒ نے پھر اس طرح تقریر کی کہ لوگ مبہوت بنے سنتے رہے ابھی جس مسلک کے متعلق ان کا یقین تھا کہ اس سے زیادہ حدیثوں کے مطابق کوئی دوسرا مسلک نہیں ہوسکتا تھا، اچانک معلوم ہوا کہ درحقیقت صحیح حدیثوں کا منشا وہی ہے جسے امام ابوحنیفہؒ نے منقح فرمایا ہے''۔ (۱)

حکایات اہل دل

کـہـ: مولانا رضوان احمد ندوی

اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام اللہ کی ایک عظیم نشانیاں ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنے کردار وعمل اور خرق عادت واقعات سے لوگوں کے دلوں میں ایمان ویقین کی کیفیت کو مضبوط کیا، توحید ورسالت کے عقیدہ صحیحہ کو مستحکم کیا، بلاشبہ ایسے بزرگوں کے واقعات پڑھنے سے دل میں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت جاں گزیں ہوتی ہے، اس لئے میں نے ہفتہ وار نقیب میں حکایات اہل دل کے لکھنے کا ایک سلسلہ شروع کیا، تاکہ ہماری زندگی میں نکھار پیدا ہو اور کچھ کر گذرنے کا جذبہ بھی ابھر سکے، آیئے، یہاں چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں، تاکہ دل میں گداز پیدا ہوسکے۔

علامہ دردیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی فیاضی

مشہور مالکی فقیہ علامہ احمد الدردیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، یہ وہی بزرگ ہیں جن کی مختصر خلیل کی شرح کو اب فقہ مالکی کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے، یہ بارہویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، جنہوں نے جامع الازہر میں تعلیم حاصل کی اور فقہ وتصوف کے امام سمجھے گئے، یہاں تک کہ ان کو ''مالک الصغیر'' (چھوٹے امام مالک) کہا جانے لگا۔

اس وقت مغرب (مراکش) کا بادشاہ علماء ازہر کو ہدیہ بھیجا کرتا تھا، ایک مرتبہ کچھ ہدیہ علامہ دردیرؒ کی خدمت میں بھیجا، اتفاق سے اسی سال بادشاہ کا بیٹا حج کو گیا تھا اور واپسی میں جب مصر پہنچا تو ان کا زادِ سفر ختم ہوچکا تھا، علامہ دردیرؒ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے اپنے پاس آئی ہوئی ہدیہ کی رقم ان کو بھجوادی، آئندہ سال بادشاہ نے انہیں دوگنا ہدیہ بھیجا شیخ نے اس رقم سے حج کیا اور باقی ماندہ رقم سے اپنی مسجد اور خانقاہ تعمیر کرائی اور آخر عمر تک اسی میں تدریسی وتصنیفی خدمات انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ ۱۲۰۱ھ میں وفات ہوئی۔ (جہان دیدہ: ۱۶۱)

انعام لاؤ

ایک دفعہ ملا نصیر الدین چوک میں کھڑے ہوکر زور وشور سے اعلان کرنے لگا: لوگو! ادھر آؤ، میں تمہارے لیے بہت بڑی خوشخبری لایا ہوں''۔ اس شہر میں یہ رواج تھا کہ جو شخص خوشخبری لائے اس کو مختلف انعامات سے نوازا جاتا، چنانچہ کافی تعداد میں لوگ ملا نصیر الدین کے اردگرد کھڑے ہوگئے، ملا بار بار یہ پکار رہے تھے کہ لوگو میں تمہارے لیے بہت بڑی خوشخبری لایا ہوں، تم جلدی میرے لیے انعامات لاؤ چنانچہ کوئی شخص دوڑتا ہوا گیا اور لڈوؤں کا ڈبہ لے آیا، کوئی گیا اور کپڑوں کا نیا جوڑا لے آیا، بعض لوگوں نے ملا کے سامنے دولت کا ڈھیر لگادیا، اب جب انعامات کی بارش ہوچکی تو لوگوں نے کہا ''بھئی ہمیں خوشخبری تو سناؤ'' اس پر ملا نے اعلان کیا: ''لوگ! خوب خوشیاں مناؤ اللہ نے آج رات تمہارے ملا نصیر الدین کو ایک چاند سا بیٹا عطا کیا ہے۔

گدھے اور گھوڑے میں فرق

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے ایک دفعہ ایک انگریز نے از راہ تمسخر سوال کیا: شاہ صاحب! تمام انگریز تو ایک ہی رنگ وروپ (یعنی سفید رنگ) کے ہیں اور خوبصورت بھی ہوتے ہیں، یہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی قوم کے (ہندوستانی) لوگ کوئی کالا ''کوئی گورا'' کوئی گندمی اور کوئی سانولہ ہوتا ہے، آخر ان رنگوں کے اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے فوراً جواب دیا: بھئی تم نہیں جانتے کہ گدھوں کا رنگ عموماً ایک جیسے ہوتے ہیں مگر گھوڑوں میں کوئی سبز، کوئی سیاہ، کوئی سفید، کوئی سرخ رنگ کے ہوتے ہیں'' انگریز یہ سن کر شرمندہ اور لاجواب ہوگیا۔

ذکر سے شیطان ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے فضائل ذکر میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا اور اس کا برا حال تھا، اس نے پوچھا، یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا! کیا بتاؤں کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے میرے جگر کے کباب بنادئے ہیں اور انہوں نے مجھے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنادیا ہے اس نے کہا، وہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگا کہ وہ جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ آدمی فوراً شونیزیہ کی مسجد میں گیا، جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کچھ متقی، پرہیزگار اور باخدا انسان بیٹھے اللہ کو یاد کررہے تھے، اللہ تعالی نے ان کے دلوں میں بھی یہ بات القا کردی چنانچہ جیسے ہی وہ مسجد میں داخل ہوا انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس مردود کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا۔

عشق ومحبت کی دکان کدھر کو ہے؟......

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ حضرت شاہ فضل رحماں گنج مرادآبادی کی صحبت میں جانا شروع کردیا، یہ ذرا عقل مند تھے ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحبؒ نے بڑے رازدارانہ لہجہ میں پوچھا کہ محمد علی! کیا تم نے کبھی عشق کی دکان دیکھی ہے؟ انہوں نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر کہنے لگے، جی حضرت! میں نے عشق کی دو دکانیں دیکھی ہیں، ایک شاہ آفاق کی اور دوسری شاہ عبداللہ کی، غلام علی دہلویؒ جو سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے ہیں، دکانوں سے مراد خانقاہیں ہیں، کیونکہ عشق الٰہی کا سودا اللہ والوں کی خانقاہوں سے ملتا ہے۔ (خطبات: ۳ر۸۵)

Scanned with CamScanner

اسلامی نظام تعلیم کی معنویت

پروفیسر محمد مسعود عالم قاسمی

مسلمانوں کی درس گاہوں میں تعلیم وتربیت کا نظام کیسا ہو اور مسلم طلبہ کو کون سے علوم پڑھائے جائیں؟ یہ اہم مسئلہ ہے، کیوں کہ ملکوں کی تعمیر سے زیادہ اہم ذہنوں کی تعمیر ہے اور ذہنوں کی تعمیر کے لئے ابدی اور عصری تقاضوں کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے، انگریزی میں کہتے ہیں: ''قوموں کی تقدیر کلاس میں بنتی ہے''۔یعنی ہماری نسل کی صورت گری ایوانوں میں نہیں ہوتی، حکمرانوں سے نہیں بنتی، بلکہ درس گاہوں میں ہوتی ہے، زندہ قومیں اپنے مستقبل کی تعمیر اپنی درس گاہوں سے کرتی ہیں، اس لئے جس قوم کی ہم تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس کی ذہنی تشکیل میں ہمارا نصاب اور ہمارا نظام کس حد تک معاون ہے اور جو مقصد ہم درس گاہوں سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس میں ہم کس حد تک کامیاب ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اقبال نے مشرق ومغرب کا موازنہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ع

وہاں بدلتا ہے لحہ لحہ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ

مدارس میں جو کچھ آج سے پانچ سال پہلے پڑھایا جاتا تھا کم وبیش آج بھی وہی پڑھایا جاتا ہے، اس نظا تعلیم میں دو باتیں قابل توجہ ہیں، ایک تو یہ کہ کچھ علوم ابدی ہیں اور ان کا زمانہ کے بدلنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، قرآن کریم کہا گیا ہے: ''کل من علیھا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام'' (الرحمٰن: ۲۶-۲۷) دنیا کی ہر شے فانی ہے جو چیز لافانی ہے وہ اللہ رب العزت کی ذات گرامی ہے، جو علوم اس کو متعارف کراتے ہیں اور جو علوم اس کی صفات اور مرضیات کو معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں وہ بھی یقیناً لافانی ہیں، ان پر تبدیلی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

مدارس میں قرآن، حدیث، فقہ، منطق، عقائد، تصوف اور فلسفہ جو بھی مباحث پڑھائے جاتے ہیں ان کو سامنے رکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مضامین ایسے ہیں جو غیر متبدل ہیں، قرآن کبھی نہیں بدلے گا، حدیث اور اصول دین کبھی نہیں بدلیں گے، یہ چیزیں لافانی ہیں اور لافانی رہیں گی، خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ہو، صدر اسلام ہو یا آج کا زمانہ ہو، زمانے، حالات اور جغرافیہ کے بدلنے سے ان علوم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، وہ اسی طریقے سے لافانی رہیں گے، اس لئے کہ مسلمانوں کی قومی زندگی کا اساس انہیں علوم پر ہے، اگر ان علوم میں تبدیلی آئے گی تو مسلمان باقی نہیں رہیں گے، ان کا نظام تعلیم اسلامی نہیں رہے گا، ان کی قومیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وشریعت کی تبع نہیں رہے گی، ان کے علاوہ جو مسائل مسلمانوں کو درپیش ہیں یا جو چیزیں باہر سے حملہ آور ہیں، ان کا دفاع کرنے کے لئے اور ان کا عقلی اور فکری سطح پر جواب دینے کے لیے مدارس کے نصاب اور نظام میں تبدیلیوں کی ضرورت ہر زمانے میں محسوس کی گئی اور محسوس کی جاتی رہے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں منطق وفلسفہ، علم کلام یہ سب نہیں پڑھایا جاتا تھا، اس کا رواج بھی نہیں تھا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، لیکن جب مسلمان عرب ملکوں سے نکلے عجم سے ان کا سابقہ ہوا، خاص طور سے جب وہ عراق، ایران، ماوراء النہر، ہندوستان یا اندلس میں گئے تو ان کو نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا، وہاں کی تہذیب، وہاں کے فلسفے اور علوم، عقائد اور رسم ورواج سے ان کا سابقہ ہوا تو کچھ اور ایسے علوم وجود میں آئے جن کی مسلمانوں کو ضرورت تھی، وہ مدارس اسلامیہ میں پڑھائے جانے لگے، وہ علوم اسلامی نظام تعلیم کا حصہ بن گئے، مثال کے طور پر مسلمانوں کا جب فلسفہ یونان سے سابقہ ہوا تو مسلمانوں نے اس کو سمجھنے کے لیے یونانی کتابوں کے ترجمے کیے، خاص طور سے بغداد میں عباسی خلفاء نے دار الحکمۃ اسی لیے بنایا، مسلم حکمرانوں نے ان کے تراجم کے لیے پیسے خرچ کیے، یونانی فلسفہ میں بہت سی مماثلت اپنے افکار سے مسلمانوں کو نظر آئی، مثلاً پلوٹینس کا نظریہ کہ دنیا کی ہر چیز آپس میں ایک تعلق رکھتی ہے ایک زندہ وجود کی طرح سے یہ اجزاء جب جمع ہوتے ہیں تو ایک غیر مرئی وحدت جنم لیتی ہے اور پھر وہ اپنی مرکزیت کی طرح لوٹتی بھی ہے، مسلمانوں کو کائنات کی اس مادی تعبیر میں اپنی روحانی تعبیر کی مماثلت نظر آئی جس پر اسلام کے نظریہ توحید کا اثر ہے، چنانچہ مسلمانوں میں اس فلسفہ سے دلچسپی پیدا ہوئی، وہاں سے وہ افلاطون، ارسطو اور سقراط کے افکار تک پہنچتے چلے گئے۔اس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں نئے افکار ابھرے، قدیم طرز فکر میں ٹوٹ پھوٹ ہوئی، مسلم معاشرے کے اندر ایسے طبقے بھی وجود میں آئے جو قرآن وحدیث کی سادہ تعلیمات کے علی الرغم کچھ پیچیدہ تصورات لے کر آئے جو معاشرے میں ہیجان برپا کرنے والے تھے، اس کے ردعمل میں مسلمانوں نے ایک پورا فن تیار کرلیا جس کو علم کلام کہا جاتا ہے، اس کے ذریعہ انہوں نے نئے چیلنجز کا مقابلہ کیا، مسلمانوں نے منطق وفلسفہ کو بھی پڑھا جو عجم سے ابھرا اور ہمارا پورا نظام تعلیم اس فلسفہ اور منطق سے حد درجہ متاثر ہوا۔

یہ اس عہد کی ضرورت تھی، مگر اب وقت بدل گیا ہے، آج کوئی نہیں پوچھتا کہ صفات عین ذات ہیں یا غیر ذات ہیں، قرآن مخلوق ہے، یا قرآن غیر مخلوق ہے، ماضی کے جو چیلنجز تھے ان کا سامنا کرنے کے لیے مسلمان تیار ہوء اور انہوں نے اپنے علماء کو، اپنے طالب علموں کو مدارس میں تیار کیا، اسی طرح انہوں نے یونانی اور ہندی ریاضی کو پڑھا اور سمجھا پھر اس کو ایک نظام فن کی شکل دیا اور الجبرا ایجاد کیا۔

مسلمانوں نے یونانی طب کا بغور مطالعہ کیا اور اس کو ایک فن کی حیثیت سے نہ صرف متعارف کرایا بلکہ علم الادویہ اور جراحی میں نئے تجربات کیے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں جو پہلے دو میڈیکل کالج اٹلی اور فرانس میں قائم ہوئے اس میں مسلم اطباء مثلاً الزہراوی، ابن سینا اور الرازی کی کتابوں کے لاطینی ترجمے داخل نصاب کیے گئے۔

ہم اس بات کی قدر کرتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے نہ صرف قرآن وحدیث کو دنیا کے سامنے پیش کیا، بلکہ معاصر افکار ونظریات کو سمجھا اور ان کے علمی ورثہ سے پورا استفادہ کیا، پھر ایسے علوم ایجاد کیے جو اسلامی معاشرہ کو علمی طور پر مستحکم بھی کرسکتے تھے اور خارج کے حملوں کا علمی جواب بھی دے سکتے تھے، لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلامی تمدن کا غلبہ تھا اور مسلمانوں کی حکومت غالب تھی، وقت گزرتا چلا گیا، مسلمانوں کی سیاسی قوت زوال پذیر ہوتی چلی گئی اور اب ہم ایسے زمانے میں آگئے کہ جہاں مسلمان یا تو اقلیت میں ہیں اور اگر مسلمانوں کی حکومتیں بھی ہیں تو عالمی طاقتوں کے سامنے وہ سرنگوں ہو چکی ہیں، سیاسی کمزوری اور فکری کمزوری ایک ساتھ مسلمانوں کے اوپر سایہ فگن ہو چکی ہے، ایسے حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم یہ غور کریں کہ ہم اپنی نسل کو کس طرح تیار کریں کہ وہ مقامی وعالمی حملوں کا جواب دے سکے اور بدلتے ہوئے حالات میں مسلمانوں کی علمی وفکری رہنمائی کرسکے۔

قرآن کریم کی آیت ہے: ''ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا'' (الکہف:۶۶) یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ کی زبان سے کہلائی گئی ہے، موسیٰ علیہ السلام نبی تھے اور جلیل القدر نبی تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام علوم سے نوازا تھا جو دین کی دعوت کے لیے اور اللہ کی زمین میں اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے ضروری تھے، اس کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے کہا کہ میرا ایک بندہ ایسا بھی ہے جو تم سے زیادہ جانتا ہے جاؤ اس سے علم حاصل کرو اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرف ان کو بھیجا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باادب ہو کر حضرت خضر علیہ السلام سے کہا: کیا آپ مجھے وہ علم سکھائیں گے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو جاننا چاہئے کہ اس زمانے میں کون سے علوم ایسے ہیں جن سے ہم ناواقف ہیں اور ان کو حاصل کرنے کی ہمیں ضرورت ہے، دوسرے علوم کو حاصل کرنے کا مشن مسلمانوں کو اپنانا چاہئے، یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے، جنگ بدر میں جو قیدی گرفتار ہو کر آئے وہ مکہ کے کفار ومشرکین تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے ہیں وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو ان کو بغیر فدیہ کے، بغیر پیسہ لیے ہوئے چھوڑ دیں گے، ظاہر ہے کہ ان کافروں نے صحابہ کرامؓ کی اولاد کو قرآن وحدیث تو نہیں پڑھایا، فقہ تو نہیں پڑھایا، جو علم کا سرمایہ ان کے پاس تھا انہوں نے مسلمان بچوں کو سکھادیا۔

یہ نصب العین مسلمانوں کا ہونا چاہئے کہ جو علم دین ان کے پاس نہیں ہے اس کو وہ حاصل کریں، مدارس سلامیہ کو پہلی توجہ اس بات پر دینی چاہئے کہ جو علوم ہمارے پاس موجود ہیں وہ تو ہمارے ہیں اور جو علوم دوسرے لوگ جانتے ہیں وہ بھی ہماری میراث ہے، اس لیے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا'' (ترمذی، وابن ماجہ) حکمت کی بات تو مومن کی گمشدہ میراث ہے، وہ جہاں کہیں بھی پائے گا اسے حاصل کرے گا، امت مسلمہ کی شان یہ ہے کہ وہ علم کی متلاشی رہے گی، ثریا پر بھی اگر علم ہوگا تو مسلمان اس کو حاصل کرلیں گے، مسلم امت کو یہ طے کرلینا چاہئے کہ علم کے معاملہ میں ان کے سامنے کوئی باؤنڈری نہیں، کوئی جغرافیہ نہیں اور کوئی دیوار نہیں ہے، دنیا میں جہاں کہیں بھی تعمیر وترقی کے لیے ضروری علوم موجود ہے تو اسے حاصل کرنا مسلمانوں کا نصب العین ہے، یہی قرآن وسنت کی تعلیم وتلقین ہے۔

قرآن وحدیث اور فقہ کے علاوہ جو علوم ہماری دینی جامعات میں پڑھائے جاتے ہیں وہ اگر زمانہ اور حالات کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے مددومعاون ہیں تو ان کو بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے میں معاون نہیں ہیں تو ایسے علوم اور ایسے فنون کو اختیار کرنا چاہئے جن سے ہم حالات کا مقابلہ کرسکیں اور بدلتی ہوئی دنیا میں اسلام کے نفاذ کی راہیں تلاش کرسکیں۔

مثال کے طور پر قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیے کہا ہے کہ: ''قل کفی باللہ شھیداً بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب'' (الرعد:۴۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسالت محمدیؐ پر کہا کہ ایک تو اللہ کی شہادت کافی ہے ہمارے تمہارے درمیان، دوسری گواہی ان لوگوں کی ہے جن کے پاس کتاب کا علم ہے، یعنی جو توریت اور انجیل کے حامل ہیں یعنی یہود ونصاریٰ۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ کو اور ان کی کتابوں کو اپنی رسالت اور اپنی دعوت کی گواہی کے طور پر پیش کیا، کیا وہ گواہی ان کتابوں میں آج موجود ہے اور یہ لوگ گواہی دینے کے لیے تیار ہیں؟ سب جانتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی سب سے زیادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب نے ہی جھٹلایا بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ: ''ھولاء اھدی من الذین آمنوا سبیلا'' (کفار زیادہ ہدایت یاب ہیں ان مسلمانوں کے مقابلہ میں) مسلمانوں کو یہ جاننا چاہئے کہ جس گواہی کا حوالہ قرآن مجید میں دیا گیا ہے، وہ توریت اور انجیل میں کہاں ہے؟ قرآن کریم کے ان مقامات کو سمجھنا توریت اور انجیل کے گہرے مطالعہ پر منحصر ہے، ماضی میں ہمارے علماء نے توریت وانجیل کا علم حاصل کرنے میں بڑی محنت کی ہے۔مثلاً امام ابن تیمیہؒ کی ایک کتاب ہے الجواب الصحی لمن بدل دین المسیح'' چار جلدوں میں چودہ سو صفحات کی کتاب ہے، امام ابن تیمیہؒ نے عبرانی زبان حاصل کی اور عیسائیت کی کتابوں کو اور اہل کتاب کی تاریخ کو اس طرح پڑھا کہ جس طرح قرآن وحدیث کو پڑھتے ہیں اور اس کے بعد انہوں نے مذاہب کی دنیا میں وہ عظیم کتاب لکھی جس کا آج تک کوئی جواب نہیں بن سکا، یہ کارنامہ امام ابن تیمیہؒ نے انجام دیا۔

ہندوستان میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب نے یہودیت، عیسائیت کا گہرا مطالعہ کیا، ان کی کتاب ''اظہار الحق'' اردو، فارسی، عربی، ترکی اور انگریزی سب میں موجود ہے، انہوں نے عیسائیت کی ایک ایک کتاب کو اور انجیل کے نسخوں کو پڑھنے کے بعد اسے تیار کیا ہے، انہوں نے عیسائیوں سے تاریخی مناظرہ کیا اور عیسائیت کے حملوں کا دفاع کیا، یہ ضرورت آج بھی باقی ہے کہ دوسرے مذاہب کا مطالعہ ہم موضوعی طریقہ سے کریں۔

ایک مرتبہ برطانیہ کا ایک سفر ہوا، مجھ سے وہاں کے ایک مسلم دانش ور نے کہا کہ عیسائی اسکالرس اسلامی علوم پر جس طرح تیار ہیں برطانیہ میں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا جو عیسائیت پر اس طرح تیار ہو، انہوں نے درجنوں عیسائیوں کے نام بتائے، مستشرقین کا تو سارا کام اسلام کے مطالعہ اور تجزیہ پر مبنی تھا، مستشرقین نے کس طرح سے حدیث کا انڈکس تیار کیا اور کس طرح مسلمانوں کی کتابوں کو کھنگھالا یہ سب جانتے ہیں، آج علمی وفکری سطح پر جو پسپائی مسلمانوں نے اختیار کی ہے اب اس سے باہر نکلنے کی ضرورت ہے، مسلمان اساتذہ اور مسلمان علماء آگے بڑھیں اور دوسرے مذاہب کا اس طرح مطالعہ کریں جس طرح وہ ہمارے مذہب کا مطالعہ کرتے ہیں، صرف سرسری اور اخباری مطالعہ کافی نہیں ہے بلکہ تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ، گہرائی اور گیرائی کے ساتھ ضروری ہے، ان مذاہب کو پڑھنا ہمارے مدارس کے نصاب کا حصہ ہونا چاہئے، جو مدارس میں اس وقت بالکل نہیں ہو رہا ہے، دوسرے مذاہب کو ہم نے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی تو ہم اپنے مذہب کی نمائندگی نہیں کرسکیں گے۔

Scanned with CamScanner

ملک کی معیشت میں سونے کی اہمیت

تنویر ملک بی بی سی لندن

دنیا کے مختلف ملکوں کے پاس سونے کے ذخائر کے لحاظ سے امریکہ سرفہرست ہے جس کے پاس ۸۰۰۰ رٹن سے زائد سونے کے ذخائر ہیں۔ ورلڈ گولڈ کونسل کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا کے دس سب سے زیادہ سونے کے ذخائر رکھنے والوں کے پاس دنیا بھر کے سونے کا تین چوتھائی حصہ ہے۔ پاکستان کے پاس سونے کے ذخائر ۶۴ رٹن ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں ہندوستان کے پاس ۷۰۳ رٹن سونے کے ذخائر ہیں۔ ملک کی معیشت میں سونا بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور ملک میں موجود سونے کے ذخائر ملک کے سینٹرل یا اسٹیٹ بینک کے ذخائر کا حصہ ہوتے ہیں۔ دنیا کے مختلف ملکوں کے سینٹرل بینک کے ریزروز کئی اقسام کے ہوتے ہیں جن میں سونے کے علاوہ دیگر غیر ملکی کرنسیاں وغیرہ بھی شامل ہوتی ہیں۔ پاکستان کے اسٹیٹ بینک کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کے پاس تقریباً ۸ء۳ رارب ڈالر مالیت کے برابر سونا ذخائر میں موجود ہے اور یہ تقریباً ملک کے ریزروز یعنی مجموعی ذخائر کا ۲۱ء۱۶ رفیصد بنتا ہے۔

سونا سینٹرل بینکوں کے ذخائر کا کیوں حصہ ہوتا ہے؟

دنیا بھر میں ملکوں کے مرکزی بینکوں کے پاس جہاں ڈالر اور دوسری غیر ملکی کرنسیوں کی صورت میں زر مبادلہ کے ذخائر موجود ہوتے ہیں تو اس کے ساتھ سونا بھی ان ذخائر میں موجود ہوتا ہے۔ سونا ان ذخائر کا حصہ کیوں ہوتا ہے، اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ ڈالر کے عالمی تجارتی کرنسی بننے سے پہلے سونے میں عالمی تجارت ہوتی تھی۔ کسی ملک کے سونے کے ذخائر سے اس کی کرنسی جڑی ہوتی تھی تاہم ستر کی دہائی میں ڈالر نے عالمی تجارتی کرنسی کی حیثیت لے لی تاہم اس کے باوجود سونے کی افادیت برقرار رہی اور یہ آج بھی عالمی تجارت میں ایک اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ سونا عالمی تجارت کا ایک اہم ذریعہ رہا ہے تاہم آج کے دور میں اس کی قیمت میں بہت زیادہ ردوبدل کی وجہ سے اب یہ عالمی تجارت کے لیے ایک ذریعے کے طور پر کم استعمال ہوتا ہے، تاہم یہ مرکزی بینک کے ذخائر کا اہم حصہ ہوتا ہے اور آج بھی ایک قابلِ تجارت ذریعہ کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ سونا ایک فزیکل اثاثہ ہے اور پیپر کرنسی کے مقابلے میں اس کی قدر آج بھی زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے دنیا کے مختلف ممالک سونے کے ذخائر اپنے پاس رکھتے ہیں اور وہ کسی ملک کے مرکزی بینک کے ذخائر کا ایک اہم حصہ ہوتے ہیں۔ سونا ایک ایسا اثاثہ ہے کہ جسے بیچ کر فوری طور پر رقم کا بندوبست کیا جا سکتا ہے، کیونکہ سونے کی عالمی مارکیٹ میں اہم قدر ہے اور یہ بطور اثاثہ جلدی بیچا جا سکتا ہے۔ سونا ایک ایسی دھات ہے جسے کوئی بھی ملک عالمی مارکیٹ سے خرید کر اپنے ذخائر بڑھا سکتا ہے۔ کسی ملک کے مرکزی بینک میں جہاں غیر ملکی کرنسیوں کی صورت میں ذخائر رکھے جاتے ہیں تو اسی طرح سونا بھی ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ ڈالر، دوسری غیر ملکی کرنسیاں اور سونا سب مل کر ایک ملک کے زر مبادلہ کے ذخائر کو دکھاتے ہیں۔

کیا کوئی ملک اپنے پاس موجود سونے کے ذخائر کی مالیت کے برابر کرنسی نوٹ چھاپتا ہے؟

ایک دور تھا جب ایسا ہوتا تھا کہ کسی ایک ملک کے پاس سونے کے ذخائر کی مالیت کے برابر کرنسی نوٹ چھاپے جاتے تھے تاہم جب سونا مہنگا ہوتا گیا اور اسے بطور ذخائر کا حصہ بنانا مشکل ہوتا گیا تو پھر یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اب کرنسی نوٹ کی چھپائی مارکیٹ میں ان کی طلب ورسد پر ہوتی ہے اور ملک کا مرکزی بینک مارکیٹ میں طلب ورسد کی بنیاد پر کرنسی نوٹ چھاپتا ہے۔

معاشی بحران کی صورت میں سونے کے ذخائر کی کیا اہمیت ہوتی ہے؟

کسی ملک کے سونے کے ذخائر جب بیچنے پڑ جائیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ملک دیوالیہ ہو چکا ہے اور اس کے پاس بیرونی تجارت اور ادائیگیوں کے لیے اب رقم نہیں بچی۔ جس طرح برصغیر میں سونا گھروں میں زیورات کی صورت میں موجود ہوتا ہے اور جب کوئی گھر بہت زیادہ معاشی مصیبت کا شکار ہو جائے اور اسے کہیں سے مالی وسائل کی امید نہ رہے تو پھر خاندانی زیورات بیچ کر مالی بحران سے نکلا جاتا ہے تاہم یہ عمل ہمارے سماج میں نیک فال نہیں سمجھا جاتا ہے۔ یہی معاملہ ملکوں کا ہے کہ جب کوئی ملک مالی بحران کی انتہا تک پہنچ جائے اور اس کے پاس بیرونی ادائیگیوں کے لیے پیسے نہ ہوں تو پھر سونے کے ذخائر کے ذریعے کام چلایا جاتا ہے، چاہے اس کے ذریعے بیرونی ادائیگی کی جائے یا پھر اسے بیچ کر ڈالر حاصل کر کے یہ کام کیا جائے۔ ہندوستان میں ایک بار ایسا ہو چکا ہے نوے کی دہائی کے پہلے سال میں ہندوستان کو اپنے مالی بحران کی وجہ سے سونا بیچنا پڑا، اور اس کی وجہ سے مرکزی حکومت کے خلاف بہت زیادہ عوامی جذبات بھڑکے۔ اس کے بعد منموہن سنگھ بطور وزیر خزانہ آئے اور انھوں نے ہندوستانی معیشت کو بحران سے نکالنے کے لیے اصلاحات کا آغاز کیا۔

کیا سونے کے ذخائر اس کی اندرون ملک قیمتوں کو بھی استحکام دیتے ہیں؟

دنیا بھر میں گذشتہ کئی برسوں میں سونے کی عالمی قیمتیں بہت اوپر کی سطح پر پہنچ چکی ہیں جس کا اثر سونے کی مقامی قیمتوں پر بھی بہت زیادہ پڑا۔ پاکستان میں اس وقت ایک تولہ سونے کی قیمت ایک لاکھ دس ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ جبکہ ہندوستان میں دس گرام سونے کی قیمت اس وقت ساڑھے اڑتالیس ہزار روپے سے زیادہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ملک میں سونے کی قیمتوں کو مستحکم کرنے کے لیے مرکزی بینک کے پاس موجود سونے کے ذخائر کے ذریعے کوئی مدد حاصل کی جا سکتی ہے؟ اس بارے میں ماہرین کا کہنا ہے کہ مارکیٹ میں سونے کی قیمت اور مرکزی بینک کے پاس سونے کے ذخائر کے درمیان کوئی ربط نہیں اور نہ ہی اس کے ذریعے سونے کی مارکیٹ میں قیمت کو مستحکم یا نیچے لایا جاتا ہے۔ مرکزی بینک کے پاس سونے کے ذخائر بیرونی ادائیگیوں کے لیے مجموعی ذخائر کا حصہ ہوتے ہیں، جبکہ سونے کی منڈی میں قیمت طلب ورسد پر منحصر ہوتی ہے۔

ملک وملت کی تعمیر نو کے لئے صالح قیادت کی ضرورت

جنگ آزادی میں ہمارے بزرگوں نے ایک خوش حال اور پر امن ملک کا خواب دیکھا تھا، جہاں ہر شخص امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرے گا، ملک میں قومی یکجہتی اور اخلاقی قدروں کو فروغ حاصل ہوگا۔ اقلیتوں کا ملی تشخص اور دستوری حق محفوظ رہے گا۔ ان کی تعلیمی حالت درست ہوگی، اور وہ اقتصادی ومعاشی میدان میں کسی کے محتاج نہ ہوں گے، لیکن ستم ظریفی کہئے کہ جن تمناؤں اور آرزؤں کے ساتھ جنگ آزادی میں ان بزرگوں نے قربانیاں دیں اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آزاد ہندوستان میں ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور یہ ملک آزاد ہوتے ہی اخلاقی و معاشرتی سطح پر شدید بحران کا شکار ہو گیا۔ اس کا مستقبل بے یقینی کے اندھیروں میں ڈوبتا نظر آرہا ہے، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں کرپشن، بدعنوانی اور فرقہ پرستی کے مہیب بادل نہ چھائے ہوئے ہوں جو توانائی ملک کی سالمیت، اس کی حفاظت اور تعمیر وترقی میں صرف ہونی چاہئے تھی وہ توانائی نفرت وعداوت کے شعلوں کو بھڑکانے میں صرف ہو رہی ہے جو انتہا پسند طبقے پہلے سے دبے ہوئے تھے، آزادی کے بعد وہ پوری قوت کے ساتھ ابھر کر سامنے آگئے ہیں۔ تعلیم اور معیشت کا شعبہ بھی دن بدن بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے۔ حالانکہ آزادی کے بعد ملک میں تعلیمی اداروں کی تعداد میں بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے۔ آزادی کے وقت یہاں صرف ۲۰ یونیورسٹیاں تھی اور اسکول کی تعداد ۶ ہزار سے اوپر تھی، جبکہ آج ہندوستان میں پرائمری سطح پر آٹھ لاکھ چھ ہزار اسکول ہیں اور ۲۱۳ یونیورسٹیاں ہیں جن سے تقریباً آٹھ ہزار کالج ملحق ہیں عددی لحاظ سے دیکھا جائے تو ملک کا تعلیمی ڈھانچہ بہت مضبوط اور قابل فخر نظر آتا ہے لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ملک میں تعلیم کی شرح میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے معیار میں کافی گراوٹ آگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت حال انتہائی تشویش ناک ہے۔ اسی طرح معاشی اعتبار سے ملک کی تقریباً چالیس فی صد آبادی خط افلاس سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے ایک سروے رپورٹ کے مطابق اس وقت ساڑھے نو کروڑ بے روزگار نوجوان ہیں جو اپنے ضعیف والدین پر بوجھ بنے بیٹھے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب ۲۷ فیصد تھا جو گھٹ کر ۲ فی صد اور ۳ فیصد پر آگیا ہے۔ ملک کا غریب ترین طبقہ زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہے، ایک طرف رئیسوں کے عشرت کدوں میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی ہے تو دوسری طرف ملک کی کثیر آبادی کو صاف پانی بجلی اور روشنی تک دستیاب نہیں اگر ملک نے ایک طرف صنعتی میدان میں ترقی کی دفاعی استعداد اور سائنس ٹکنالوجی کو فروغ دیا تو یہ بھی تسلیم کرنا چاہئے کہ ملک کے باشندوں کے اندر ایک تذبذب اور اندرونی انتشار، بدگمانی اور خوف کا ماحول پیدا ہو گیا ہے، اس وقت ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلم طبقہ ہی قوت واختیارات سے سب سے زیادہ محروم ہے۔ اس کی تعلیمی واقتصادی حالت بہت کمزور ہے، سرکاری ملازموں میں ان کی حصہ داری، پسماندہ شیڈول کاسٹ سے بھی بدتر ہے جو اعداد وشمار اخبارات میں پڑھنے کو ملتے ہیں ان سے بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ آخر ملک کدھر جا رہا ہے؟ آزادی کے بعد بھی آج ہم وہیں کھڑے ہیں جہاں سے ہمارا یہ سفر شروع ہوا تھا، ملک کے دانشوروں کو اس تلخ حقیقت کا تجزیہ کرنا چاہئے کہ لاینحل مسائل میں گھرا ہمارا یہ ملک اپنی آزادی برقرار بھی رکھ پائے گا یا نہیں؟ جن کے کاندھوں پر ملک کے تحفظ اور سلامتی کی ذمہ داری ہے آج وہی ملک کو رنگ ونسل علاقہ اور زبان کے نام پر مختلف خانوں میں تقسیم کر بیٹھے ہیں۔ اگر آزادی کے بعد ملک کے ارباب اقتدار یہاں کی ترقی اور عوام کے بنیادی مسائل کے حل نکالنے کی کوشش کرتے تو آج یہاں خوشحالی کا دور دورہ ہوتا مگر اس پہلو پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اس کا اعتراف ملک کے دانشور طبقے کو بھی ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ: "یہ ملک تیزی کے ساتھ اخلاقی انارکی، بلکہ قومی واجتماعی خودکشی کی طرف جا رہا ہے۔ اخلاقی قدریں بے دردی کے ساتھ پامال کی جا رہی ہیں، خودغرضی بلکہ خود پرستی کا جنون، (ان افراد کو مستثنیٰ کر کے جن پر مذہب واخلاق کی کسی وجہ سے گرفت مضبوط ہے یا جو زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہیں) سب پر سوار ہے، انسان کی جان ومال، عزت وآبرو کا احترام تیزی کے ساتھ رخصت ہو رہا ہے، حقیر سے فوائد کے لئے اجتماعی وملکی مفاد کو آسانی سے قربان کر دیا جاتا ہے، کام چوری، احساس ذمہ داری کا فقدان، رشوت خوری، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، بدعنوانی، یہ سب اسی درخت کے پھل ہیں اور انہوں نے پوری زندگی کو عذاب بنا دیا ہے اور ان کی وجہ سے ملک کے آزاد وبااختیار ہونے کے باوجود اس میں جینے اور آزادی سے فائدہ اٹھانے کا مزہ نہیں رہا۔" (ہندوستانی مسلمان۔ صفحہ ۲۱)

ایسے نازک حالات میں اگر ہم ملک کو ترقی یافتہ اور خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں کرپشن، جرائم اور دھوکہ دھڑی کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنے کی جدوجہد کرنی پڑے گی، نیز ملک کے مختلف فرقوں اور طبقوں کے درمیان قومی یکجہتی کی فضا کو خوشگوار بنانے کے لئے مشترکہ اور مضبوط لائحہ عمل بنانا ہوگا۔ اس لئے کہ قومی یکجہتی اس ملک میں گاڑی کے دو پہیوں کی مانند ہے اگر اس کا ایک پہیہ بھی رک گیا تو ملک کی تعمیر کا سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا، آخر کوئی وجہ تھی کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی شب پورا ملک آزادی کا جشن منا رہا تھا اور مہاتما گاندھی ملک کی وحدت وسالمیت کے لئے گاؤں گاؤں کا دورہ کر رہے تھے، سماجی اور معاشی انصاف کے لئے ان کی قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، مورخین نے گاندھی جی کے امن مشن کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ۔ 'جب ۱۹۴۷ء میں دہلی شہر ہولناک فسادات میں گھرا ہوا تھا اس وقت کچھ کانگریسی رہنما مہاتما گاندھی جی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، برج کشن چاندی والا، گاندھی جی کو ملکی حالات پر رپورٹ دے رہے تھے، گاندھی نے پوچھا کہ برج جی یہ بتائیے کہ کانگریس والے فسادات کو روکنے کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ بہت کام کر رہے ہیں لوگوں کو امن وشانتی کا پیغام دے رہے ہیں، پولس کے اعلیٰ عہدیداران سے رابطہ کر رہے ہیں، مہاتما گاندھی نے پھر سوال دہرایا کہ فسادات کو روکنے میں کتنے کانگریسی کام میں آئے یہ سن کر برج کشن چاندی والا منہ دیکھنے لگے، یہ تھا گاندھی جی کا سیکولر کردار۔ اسی سیکولر کردار کو فروغ دینے کے لئے ہمیں طبقاتی کشمکش کو مٹانا ہوگا، تاکہ ملک میں خیر سگالی، انسانیت دوستی، امن پسندی اور اخلاقی قدریں ترقی کر سکیں اور ملک ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ (ماخوذ: اسلامی معاشرہ صفحہ: ۱۸۴)

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

تعلیم و روزگار

بائیڈن اور جن پنگ کے درمیان قومی مفاد کے امور پر تبادلہ خیال

امریکہ کے صدر جو بائیڈن اور چین کے صدر شی جن پنگ نے قومی مفاد کے امور اور دونوں ممالک کے درمیان مسابقت کے سلسلے میں تبادلہ خیال کیا ہے، وائٹ ہاؤس کی جانب سے جاری ایک بیان میں کہا گیا کہ صدر جوزف آر بائیڈن جونیئر نے پیپلز ریپبلک آف چائنا (پی آر سی) کے صدر شی جن پنگ سے بات کی، دونوں لیڈروں نے ان امور پر تبادلہ خیال کیا جہاں ہمارے مفادات مرتکز ہوتے ہیں، ساتھ ہی جہاں ہمارے مفادات، اقدار اور نقطہ نظر مختلف ہوتے ہیں، ان امور پر بھی بات چیت کی، بات چیت کے دوران دونوں لیڈروں نے باہمی مسائل پر تعاون کرنے پر بھی رضامندی ظاہر کی۔ وائٹ ہاؤس کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا کہ یہ بات چیت امریکہ اور چین کے درمیان مسابقت کو ذمہ داری سے سنبھالنے کی امریکہ کی کوششوں کا حصہ ہے۔ بائیڈن نے بحیرہ ہند اور دنیا میں امن، استحکام اور خوشحالی لانے میں امریکہ کی مستقل دلچسپی کا ذکر کیا اور دونوں لیڈروں نے مسابقت کو تنازعات میں تبدیل نہیں ہونے دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ (یو این آئی)

اقوام متحدہ شمال مغربی شام میں تشدد کے واقعات پر فکرمند

اقوام متحدہ نے شمال مغربی شام میں تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل انتونیو گٹیریس کے ترجمان اسٹیفن ڈوجارک نے کہا کہ رواں ہفتے تشدد کے واقعات میں چار شہری ہلاک اور کم از کم سات افراد زخمی ہوئے ہیں جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ حملہ آوروں نے مبینہ طور پر رہائشی علاقوں اور بے گھر افراد کے ایک کیمپ کو نقصان پہنچایا ہے۔ (یو این آئی)

قومی مفاد کے لیے تمام ممالک کے ساتھ تعلقات استوار کیے جائیں گے۔ طالبان

طالبان کی عبوری حکومت کی تشکیل پر اٹھنے والے سوالات کے درمیان افغان طالبان کے سربراہ نے کہا ہے کہ عظیم تر قومی مفاد کے لیے تمام ممالک کے ساتھ تعلقات استوار کیے جائیں گے۔ افغان طالبان کے سربراہ ہیبت اللہ اخونزادہ نے عبوری حکومت بننے کے بعد ایک بیان میں واضح کیا ہے کہ حکومت کے تمام امور شریعت کے مطابق چلائے جائیں گے اور دنیا کے ساتھ تعلقات عظیم تر قومی مفاد میں ہوں گے۔ ہیبۃ اللہ اخونزادہ نے کہا کہ امارت اسلامی عالمی قوانین اور معاہدوں پر عمل کے لیے پُرعزم ہے، ان عالمی قوانین اور معاہدوں پر عمل کریں گے جو اسلامی قوانین کے خلاف نہیں ہیں۔ (یو این آئی)

انڈونیشیا کی جیل میں آگ لگنے سے ۴۱ر قیدی ہلاک

انڈونیشیا کی جیل میں آگ لگنے سے ۴۱ر قیدی ہلاک اور درجنوں زخمی ہو گئے۔ جکارتہ پولیس چیف نے میڈیا کو بتایا کہ جکارتہ کے قریب واقع تانگیرانگ جیل میں آگ لگنے سے ۴۱ر قیدی ہلاک، ۸ر افراد شدید زخمی اور ۷۲ر معمولی زخمی ہوئے، آگ ممکنہ طور پر شارٹ سرکٹ سے لگی۔ (یو این آئی)

فنڈ روکنے سے افغانستان کے حالات مزید خراب ہو سکتے ہیں: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کے مطابق اس وقت افغانستان کی معیشت کو زندہ رکھنا بہت اہم ہے ورنہ لاکھوں افغان مفلسی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ادھر چین نے افغان قومی اثاثوں کو منجمد کرنے کے امریکی فیصلے پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔ افغانستان کے لیے اقوام متحدہ کی خصوصی سفیر دیبورا لیونز نے کہا کہ فنڈز کو روکنے سے فائدے کے بجائے افغان عوام کو مزید نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔ انہوں نے سلامتی کونسل کو بتایا کہ گرچہ طالبان حکومت کے حوالے سے تشویش لاحق ہے تاہم اس کے باوجود اس وقت ملک کو پیسوں کی سخت ضرورت ہے اور اس کی آمد کو یقینی بنانے کی بھی ضرورت ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ معیشت کو مزید چند مہینوں تک سانس لینے کی اجازت دینے کی ضرورت ہے، اس سے طالبان کو لچک کا مظاہرہ کرنے اور اس بار چیزوں کو مختلف انداز سے کرنے کا حقیقی موقع بھی فراہم کیا جا سکتا ہے، خاص طور پر انسانی حقوق، حقوق نسواں اور انسداد دہشت گردی کے نقطہ نظر کے حوالے سے۔ دیبورا لیونز نے اقوام متحدہ کی ۱۵ر رکنی سلامتی کونسل کو بتایا کہ فنڈز روک دینے سے ایک ایسی شدید معاشی بدحالی کا سلسلہ شروع ہوگا، جو مزید لاکھوں افراد کو افلاس اور بھوک کا شکار بنا سکتی ہے۔ اس سے افغانستان سے پناہ گزینوں کی ایک اور بڑی لہر اٹھ سکتی ہے اور اصل میں اس سے افغانستان نسلوں کے لیے پیچھے جا سکتا ہے، معیشت اور سماجی نظام کو مکمل طور پر تباہی سے بچانے کے لیے افغانستان میں پیسے پہنچانے کی سخت ضرورت ہے۔ واضح رہے کہ امریکہ نے افغانستان کی تقریباً نو ارب ڈالر کی رقم کو فی الوقت روک دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس میں سے بیشتر رقم نیویارک کی وفاقی بینکوں میں جمع ہے اور بائیڈن انتظامیہ کا کہنا ہے کہ وہ طالبان کو دیکھنا چاہتی ہے کہ آخر وہ کیا کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ طالبان کی بیشتر رقم کا حصہ ان کی خود کی قومی بینک میں ہونے کے بجائے باہر ہے اور طالبان کو ابھی عالمی مالیاتی فنڈ تک رسائی بھی نہیں ہے اس دوران چین نے بڑی تیزی سے طالبان کے ساتھ سفارتی روابط استوار کر لیے ہیں اور گزشتہ روز اس نے افغانستان کے لیے تقریباً تیس لاکھ امریکی ڈالر کی امداد کا بھی اعلان کیا تھا۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

قارئین نقیب توجہ دیں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے مدارس، اسکول، کالج، ہاسپٹل اور دکان وغیرہ کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات (Advertisements) دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں: 9576507798,8405997542 (مینیجر نقیب)

انکم ٹیکس ریٹرن داخل کرنے کی تاریخ میں تین ماہ کی توسیع

سنٹرل بورڈ آف ڈائریکٹ ٹیکس (سی بی ڈی ٹی) نے سال ۲۰۲۱-۲۲ کے لئے انکم ٹیکس ریٹرن داخل کرنے کی آخری تاریخ میں توسیع کر کے ۳۱ر دسمبر ۲۰۲۱ء تک کر دی ہے۔ سی بی ڈی ٹی نے ایک بیان میں کہا کہ انکم ٹیکس ریٹرن داخل کرنے میں ٹیکس دہندگان اور دیگر اسٹیک ہولڈرز کو درپیش مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ریٹرن داخل کرنے کی آخری تاریخ ۳۰ر ستمبر ۲۰۲۱ء سے بڑھا کر ۳۱ر دسمبر ۲۰۲۱ء کر دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف طرح کے آڈٹ رپورٹ داخل کرنے کی تاریخوں میں بھی توسیع کی گئی ہے۔ (یو این آئی)

آئی آئی ٹی مدراس انڈیا رینکنگ ۲۰۲۱ء میں تمام زمروں میں پہلے نمبر پر

مرکزی وزیر دھرمیندر پردھان نے نیشنل انسٹی ٹیوٹ رینکنگ فریم ورک کے ذریعے قائم انڈیا رینکنگس 2021 جاری کی ہے، جس میں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی (آئی آئی ٹی) مدراس نے لگاتار تیسرے سال مجموعی زمرے اور انجینئرنگ میں اول مقام حاصل کیا ہے جبکہ منی پال کالج آف ڈینٹل سائنس منی پال نے ڈینٹل زمرے میں پہلا مقام حاصل کیا۔ اس موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ ایک مضبوط اور رول ماڈل رینکنگ فریم ورک عالمی تعلیم میں ہندوستان کے تعاون کے طور پر کام کرے گا۔ (یو این آئی)

این ایچ آر سی کے خالی عہدے بھرنے سے متعلق عرضی خارج

سپریم کورٹ نے جمعرات کو قومی انسانی حقوق کمیشن (این ایچ آر سی) میں خالی عہدوں کو پُر کرنے سے متعلق عرضی کو خارج کر دیا۔ جسٹس ایل ناگیشور راؤ اور جسٹس بی آر گوئی کی بینچ نے معاملے کا نمٹارہ اس وقت کر دیا، جب انھیں آگاہ کروایا گیا کہ سپریم کورٹ کے سابق جج ارون مشرا کو این ایچ آر سی کے چیئرمین کے عہدے پر مقرر کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد عدالت نے کہا کہ اب یہ عرضی بے مطلب ہو گئی ہے اور اسے خارج کیا جاتا ہے۔ (یو این آئی)

فورڈ نے ہندستان میں گاڑیوں کی مینوفیکچرنگ بند کی

مسافر گاڑی بنانے والی کمپنی فورڈ نے ہندستان میں اپنے کاموں کی از سر نو تشکیل کے منصوبہ کے تحت گھریلو بازار کے لئے ملک میں گاڑیوں کی تیاری فوری طور پر بند کرنے کا اعلان کیا ہے، کمپنی نے کہا کہ اس کی ہندستانی یونٹ فورڈ انڈیا گھریلو مارکٹ میں فروخت کے لئے گاڑیوں کی مینوفیکچرنگ فوری طور پر بند کر رہی ہے، رواں مالی سال کی چوتھی سہ ماہی میں گجرات کے سانند میں واقع ویکل اسمبلی پلانٹ میں برآمدی گاڑیوں کی تیاری بھی بند ہو جائے گی۔ اسی طرح چنئی میں واقع انجن اور اسمبلی پلانٹ میں بھی اگلے سال کی دوسری سہ ماہی میں پیداوار بند ہو جائے گی۔ اس نے کہا کہ اس کے اس قدم سے سیدھے متاثر ہونے والے ملازمین، ملازم یونینز، ڈیلرز اور سپلائزر کے ساتھ وہ اس سمت میں کام کر رہی ہے۔ (یو این آئی)

ملک کی ٹاپ دس یونیورسٹی کی فہرست جاری، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور اے ایم یو بھی شامل

مرکزی وزیر دھرمیندر پردھان نے سال ۲۰۲۱ء کے لیے نیشنل انسٹی ٹیوشن رینکنگ فریم ورک (این آئی آر ایف رینکنگ) جاری کی ہے۔ یہ رینکنگ ہر سال جاری کی جاتی ہے جس کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی ٹاپ یونیورسٹیاں کون سی ہیں۔ سال ۲۰۲۱ء میں جن دس یونیورسٹیوں کو ملک کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے ان میں بنگلور کی انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس یونیورسٹی پہلے نمبر پر ہے جبکہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی دسویں نمبر پر ہے۔ اس فہرست میں جے این یو (JNU) اور بی ایچ یو (BHU) بالترتیب دوسرے اور تیسرے نمبر پر ہیں۔ ٹاپ ٹین یونیورسٹیوں کی فہرست اس ہے: (۱) انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس، بنگلور (۲) جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی (۳) بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی (۴) کلکتہ یونیورسٹی، کولکاتہ (۵) امریتا وشوا ودیاپیٹھ، کوئمبٹور (۶) جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی (۷) منی پال اکیڈمی آف ہائر ایجوکیشن، منی پال (۸) جادھو پور یونیورسٹی، کولکاتہ (۹) حیدرآباد یونیورسٹی، حیدرآباد (۱۰) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (ایجنسی)

پرائیویٹ اسکولوں سے بچوں کا بڑے پیمانے پر اخراج، دیہی علاقوں میں بہت سے طلبہ آن لائن کلاس سے محروم

ایک نئے سروے کے مطابق کورونا وبا کی وجہ سے اسکولوں کے بند ہونے کی نتیجے میں ملک بھر کے طلبہ بالخصوص دیہی علاقوں کے طلبہ کے لیے تباہ کن نتائج سامنے آئے ہیں۔ ہندوستان میں کل دیہی علاقے کے صرف ۸ر فیصد طلبہ باقاعدگی سے آن لائن پڑھتے ہیں اور ۳۷ر فیصد بالکل بھی نہیں پڑھتے، جنھیں انٹرنٹ کی سہولت دستیاب ہی نہیں ہے۔ یہ سروے ان حکومتی دعووں کی بھی نفی کرتا ہے، جس میں کہا جاتا ہے کہ حکومت ہندوستان کے ہر شہری تک انٹرنٹ کی سہولت فراہم کر رہی ہے۔ اگر واقعی حکومت سبھی شہریوں تک انٹرنٹ کی فراہمی سے متعلق سنجیدہ ہوتی تو آج دیہی علاقوں کے طلبہ کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ کورونا وبا کی وجہ سے پیدا ہونے والے مالی دباؤ کے نتیجے میں نجی اسکولوں سے بہت سے طلبہ نکل گئے ہیں، نجی اسکولوں میں داخل ہونے والوں میں سے ایک چوتھائی سے زائد بچوں کا سیکھنے کا عمل رک سا گیا ہے۔ جس کی وجہ یا تو ۱۷ر ماہ سے جاری اسکول لاک ڈاؤن کے دوران مالی تنگی ہے یا آن لائن تعلیم، کیونکہ ان دیہی طلبہ کے پاس آن لائن تعلیم کے لیے ذرائع ہی دستیاب نہیں ہیں۔ (نیوز ۱۸۔ اردو)

ہفتہ وار نقیب کا خصوصی شمارہ **حضرت امیر شریعت سابعؒ نمبر** جلد منظر عام پر

مفکر اسلام امیر شریعت سابع شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر ملک کے نامور علماء و مشائخ، سیاسی و سماجی شخصیات اور ممتاز اہل قلم کی نگارشات کا گراں قدر مجموعہ ہفت وار نقیب کا خصوصی شمارہ "**حضرت امیر شریعت سابعؒ نمبر**" جلد ہی منظر عام پر آ رہا ہے، یہ مجموعہ دستاویزی اہمیت کا حامل ہوگا، قارئین اور اصحاب فکر و نظر اس سے ضرور استفادہ کریں۔ نقیب کے مستقل خریداروں کو بھی یہ شمارہ قیمتاً دیا جائے گا۔ (مینیجر نقیب)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

مسلمان سنت وشریعت کے مطابق نکاح کے معاملات انجام دیں

دین اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہر شعبہ میں حلال وحرام کی حد بندیوں کا خیال رکھیں، بطور خاص اپنے معاملات کو درست رکھیں، ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور اپنے معاشرتی امور کو شریعت کے مطابق انجام دیں، خصوصاً اسوہ نبوی کے مطابق نکاح کا انعقاد کریں۔ ان نصیحت آمیز جملوں کا اظہار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم نے آل لائن کل ہند مشاورتی اجلاس سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے فرمایا، یہ اجلاس مولانا محترم کی صدارت میں اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام ۷ر ستمبر بروز منگل کو صبح دس بجے منعقد ہوا، انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں نے دین کو عبادات کی حد تک محدود کر دیا ہے اور معاشرتی امور میں غفلت برتی جارہی ہے، شادیوں میں جہیز کا لین دین ہورہا ہے اور اسراف سے کام لیا جارہا ہے، جس کے نتیجے میں اسلام اور اسلامی شریعت کی بدنامی ہورہی ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شادی بیاہ کے موقع پر بے جا رسوم ورواج سے اجتناب کریں اور سنت وشریعت کے مطابق نکاح کے معاملات کو انجام دیں۔ صدر محترم نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ نکاح کو آسان بنانے کے سلسلے میں اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے آسان اور مسنون نکاح مہم کی شکل میں جدو جہد کی جارہی ہے، انہوں نے اس مہم کو اہم قرار دیتے ہوئے علمائے کرام اور سماجی کارکنان سے اس مہم کو آگے بڑھانے کی گذارش کی اور اس امید کا اظہار کیا کہ اس کے نتیجے میں معاشرے میں مثبت تبدیلی پیدا ہوگی۔

اجلاس کے شروع میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری اور اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کل ہند کنوینر مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب نے غرض وغایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ نکاح کے سلسلے میں اسلامی ہدایات کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں معاشرتی خرابیاں پیدا ہورہی ہیں اور بڑی تعداد میں مسلم بچیاں اپنے گھروں میں بے نکاحی بیٹھی ہوئی ہیں، اس لیے تمام لوگوں کی یہ فکر ہونی چاہئے کہ نکاح کا اسلامی نظام معاشرے میں نافذ کیا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی اور حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی نور اللہ مرقدہٗ (سابق جنرل سکریٹری بورڈ) کی نگرانی میں گذشتہ مارچ کے مہینے میں آسان نکاح مہم پورے ملک میں چلائی گئی جس کے نتیجے میں عام مسلمانوں کی ذہن سازی ہوئی اور پورے ملک میں درجنوں نکاح سادگی کے ساتھ انجام پائے۔ بورڈ کے کارگذار جنرل سکریٹری حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس موقع پر کلیدی خطاب فرمایا، انہوں نے بتایا کہ بورڈ کے قیام کا بنیادی مقصد شریعت کا دفاع اور اس کا تحفظ ہے، جس کے لیے بورڈ کی جانب سے تفہیم شریعت اور اصلاح معاشرہ کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں، مولانا نے فرمایا کہ اصلاح معاشرہ کے کام میں کمی کی وجہ سے ارتداد کا دروازہ کھل رہا ہے اور مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے نکاح کر کے ایمان سے محروم ہورہی ہیں، اس تناظر میں آسان نکاح مہم بالواسطہ ایمان کے تحفظ کی کوشش ہے، جس میں علماء کرام اور خواتین کا بہت اہم رول ہے۔ جمعیت علماء ہند کے صدر اور بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب نے فرمایا کہ آسان نکاح مہم کو کامیاب بنانے کے لیے بااثر افراد لوگوں کی کمیٹی بنائی جائے جو شادی کے موقع پر جا کر لوگوں کو سادگی کے ساتھ نکاح کی انجام دہی کی تلقین کریں۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ چند جلسوں، تقریروں اور مضامین کے ذریعے نکاح میں پائی جانے والی خرابیوں کا سد باب نہیں کیا جاسکتا، اس کے لیے مسلسل اور منظم جدو جہد کی ضرورت ہے، اور تمام لوگوں کو مل جل کر اس محنت کو آگے بڑھانا چاہئے۔ مولانا محترم نے اس سلسلے میں اپنا تعاون پیش کرنے کا بھی اظہار کیا۔

اس اجلاس میں مختلف مسالک ومکاتب فکر کی نمائندہ شخصیات، ملی جماعتوں اور تنظیموں کے ذمہ داران اور ملک کے نامور علمائے کرام نے شرکت کی۔

بلا تفریق مذہب انسانیت کی خدمت کرنا امارت شرعیہ کی پہچان: قمر انیس قاسمی

بلا تفریق دین ومذہب صرف انسانیت کی بنیاد پر خدمت خلق امارت شرعیہ کا خصوصی امتیاز رہا ہے، اور اپنے قیام کے وقت سے ہی ضرورت مندوں اور پریشان حال لوگوں کی مدد کا سلسلہ جاری ہے، خواہ آفات سماویہ ہو یا انسانوں کے ہاتھوں لائی گئی مصیبت ہو، امارت شرعیہ نے ہمیشہ مجبور اور بے کس لوگوں کی خبر گیری اور ان کے دکھوں کا درماں کرنے کو اپنا فرض اولین بنایا۔ ملک کے کسی بھی حصہ میں سیلاب آیا، یا آتش زدگی ہوئی، یا زلزلہ آیا یا فرقہ وارانہ فسادات ہوئے، یا ماب لنچنگ کے واقعات پیش آئے، ہر موقع پر امارت شرعیہ متاثرین کی مدد کے لیے کھڑی رہی، خواہ رانچی، بھاگل پور، میرٹھ، مظفر نگر، آسام یا گجرات فساد کا موقع ہو، یا کچھ اور بھج و نیپال میں آیا زلزلہ، کشمیر اور کیرل کا سیلاب ہو یا وشاکھا پٹنم کی سونامی، یا کوسی میں آیا تاریخ کا بھیانک ترین سیلاب ہر جگہ امارت شرعیہ کی ریلیف ٹیم آپ کو خدمت کرتی مل جائے گی۔ کیوں کہ مصیبت زدہ کی مدد کرنا ایمانی واخلاقی فریضہ اور اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے بڑا کار خیر اور اس کا عنوان جلی ہے۔

اس اہم پیغام کو سامنے رکھتے ہوئے حسب ہدایت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی نائب امیر شریعت اور امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی کی خصوصی توجہ سے اس وقت بھی امارت شرعیہ کی کئی ریلیف ٹیمیں بہار کے مختلف سیلاب زدہ علاقوں میں متاثرین کی امداد کے لیے پہونچی ہوئی ہیں۔ اسی ضمن میں مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں ایک ریلیف ٹیم ضلع کھگڑیا کے گوگری جمال پور بلاک میں واقع بورنا خورد و بورنا کلاں اور رام پور پورب گاؤں میں آئے زبردست سیلاب سے متاثر افراد کے درمیان راحت رسانی کا سامان لے کر پہونچی اور متاثرین کی امداد کررہی ہے، اس وفد میں مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ اور قاضی ارشد صاحب قاضی شریعت دار القضاء گوگری بھی شامل ہیں۔ اس سے قبل ضلع پورنیہ میں ریلیف کا کام ہو چکا ہے۔

ضلع کھگڑیا کے گوگری جمال پور بلاک میں واقع بورنا خورد و بورنا کلاں اور رام پور پورب گاؤں میں امارت شرعیہ کی ریلیف ٹیم سیلاب متاثرین کے درمیان کپڑے اور خورد ونوش کی اشیاء کے ساتھ پہونچی اور بلا تفریق دین ومذہب انسانیت کی بنیاد پر چار سو سے زائد خاندانوں میں کپڑے اور راشن کٹ تقسیم کئے گئے۔ قاری محمد سرفراز جنرل سیکرٹری ضلع کھگڑیا کی کوشش سے متاثرین کی فہرست مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ کو دی گئی، متاثرین کی صحیح تعداد اور سیلاب کی صحیح صورت حال مولانا موصوف نے مولانا زین الحق اور حافظ محمد امتیاز رحمانی کے توسط سے نائب امیر شریعت اور قائم مقام ناظم تک پہونچایا۔ حضرت نائب امیر شریعت نے بلا کسی تاخیر کے ریلیف کے رقم کی منظوری دی اور آج ان متاثرین کے درمیان وفد نے یہ راحتی اشیاء تقسیم کیے۔ ریلیف تقسیم میں جناب نیاز احمد مولانا سفیان مظاہری بھائی اعجاز بورنا مولانا صابر قاسمی امام جامع مسجد چھوٹی بورنا قاری محمد مبارک امام جامع مسجد بورنا کلاں موجود رہے۔

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اہل خیر حضرات سے اپیل کی ہے کہ اس وقت بہار کے کئی اضلاع سیلاب سے متاثر ہیں اور وہاں راحت رسانی کی ضرورت ہے، امارت شرعیہ کا سارا ریلیف ورک اہل خیر کے تعاون سے ہی پورا کیا جاتا ہے، اس لیے اہل خیر حضرات امارت شرعیہ کے ریلیف ورک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنا تعاون امارت شرعیہ کے ریلیف فنڈ میں دیں، تاکہ بروقت متاثرین تک زیادہ سے زیادہ مدد پہونچائی جاسکے۔

پریشان حال انسانوں کی مدد کرنا امارت شرعیہ کی پہلی ترجیح: احمد حسین قاسمی

امسال مختلف اضلاع میں انسانی آبادی کی ایک بڑی تعداد سیلاب سے متاثر ہوئی ہے، جس کے نتیجے میں انسانی جانوں کیساتھ بڑے پیانے پر کھیتی واملاک کو بھی کافی نقصان پہنچا ہے۔ جہاں سرکاری وغیر سرکاری دیگر تنظیموں نیانسانوں کی راحت رسانی کا کام انجام دیا وہیں ملک کی مشہور دینی وملی تنظیم امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ نے نمایاں طور پر پچھلے کئی مہینوں سے مسلسل سیلاب سے متاثر مختلف اضلاع میں لوگوں کو عبوری راحت پہنچانیاور حتی الوسع ان کی باز آباد کاری میں مصروف ہے اس حوالہ سے پورنیہ کھگڑیا اور بھاگلپور کے مختلف بلاک ومواضعات میں بالترتیب امارت شرعیہ کی ریلیف ٹیموں نے نقد رقومات اشیاء خوردنی اور کپڑوں کی تقسیم کی ہے۔

اس تعلق سے امارت شرعیہ کے موجودہ نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب قاسمی زید مجدہ اور قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے بڑی فکر مندی کا مظاہرہ فرمایا اور پے در پے حسب ضرورت امارت شرعیہ کے ذمہ داران کی قیادت میں ریلیف ٹیموں کو بیت المال امارت شرعیہ سے راحتی سامان دیکر متاثرہ علاقوں میں بروقت بھیجنے کا فیصلہ کیا جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی وفد بھاگلپور ہے چنانچہ آج امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی صاحب کی قیادت میں بھاگلپور کے چمپانگر علاقہ: احمد نگر ناتھ نگر اور مدنی نگر میں سیلاب متاثرہ ایک سو اسی سے زائد خاندانوں کے درمیان ریلیف کی تقسیم عمل میں آئی روزمرہ استعمال ہونیوالے کھانے کے ضروری سامان اور ضرورت کے کپڑے وغیرہ ان متاثرین کو علماء کے ہاتھوں دئے گئے، آج علی الصباح سب سے پہلے یہ راحتی ٹیم ان متاثرہ علاقوں میں جا کر کئی محلوں کا جائزہ لیا سیلاب کا پانی چمپانگر کے احمد نگر اور دوسرے نشیبی محلوں میں اب تک موجود ہے، لوگ اب بھی باندھ اور اونچی جگہوں پر پناہ لئے ہوئے ہیں، مولانا شمیم قاسمی صاحب کے مدرسہ کاشف العلوم میں کئی خاندان پناہ گزیں ہیں جس کا معائنہ کر کے امارت شرعیہ کی ٹیم نے ان کی پریشانیوں کو دل سے محسوس کیا مذکورہ محلہ کی نئی سمینٹڈ سڑک جو حال ہی میں بنی تھی بری طرح ٹوٹ گئی ہے، جس سے راہگیروں کو کافی دقتوں کا سامنا رہتا ہے، حکومت بہار سے مطالبہ ہے کہ جس طرح دوسرے اضلاع کے سیلاب متاثرین کی سرکاری سطح سے روپئے کے ذریعہ امداد کی گئی ہے بھاگلپور کے ان سیلاب متاثرین کی بھی سروے کرا کر امداد کی جائے اور ٹوٹی ہوئی سڑکوں کی تعمیر کرائی جائے، یہ ریشمی شہر بہار کے معروف صنعتی شہروں میں شمار ہوتا ہے ان کا خیال ترجیحی بنیاد پر رکھنا چاہیے، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اپنے قیام کے شروع دن سے ہی ملک میں خدمت خلق کو اپنا نصب العین بنا کر کام کیا ہے یہی وجہ ہے کہ صرف اس نے اپنے دائرہ کار چار صوبوں بہار اڈیشہ جھارکھنڈ ومغربی بنگال میں ہی انسانی وسماجی خدمات انجام نہیں دیں بلکہ اپنے محدود وسائل کو بروئے کار لا کر پورے ملک میں جہاں بھی کوئی اسمانی یا زمینی حادثات وآفات رونما ہوئے ہیں امارت شرعیہ اپنی ٹیم کے ساتھ وہاں حاضر رہی ہے، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی اس راحت رسانی پر مقامی علماء وسماجی ذمہ داران اپنے دل کی گہرائیوں سے اس سو سالہ قدیم تنظیم کا شکریہ ادا کیا۔ پٹنہ کے وفد میں شریک علماء کرام میں مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی شریعت، مفتی مولانا خورشید انور قاسمی قاضیٔ شریعت بھاگلپور وبانکا اور مولانا معام الدین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ تھے اور مقامی علماء کرام میں مدرسہ اصلاح المسلمین چمپانگر بھاگلپور کے مہتمم مولانا قاری اسعد قاسمی صاحب شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب، مفتی یونس قاسمی، مولانا اشتیاق قاسمی، مفتی ریحان، مولانا عطاء اللہ مظاہری صاحب، مفتی عبید الرحمٰن قاسمی ودیگر اعیان شہر وصحافی حضرات موجود تھے۔

Scanned with CamScanner

دعا- مؤمن کا ہتھیار ہے

مولانا اسجد عقابی استاذ دار العلوم وقف دیوبند

دعا کی فضیلت واہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالی نے خود اس کا حکم فرمایا ہے۔ قرآن وحدیث میں بے شمار جگہوں پر مسلمانوں کو دعا کی ترغیب دی گئی ہے، اور انہیں یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی بارگاہ میں التجا کرو، اپنی پریشانیوں کو بیان کرو، اپنے دکھ درد کو اس کے سامنے رکھو اور ان کا مداوا طلب کرو، وہ تمہاری دعا کو قبول کرے گا۔ بلکہ جتنا طلب کرو گے اس سے زیادہ عطا کرے گا، وہ ایسا سخی اور داتا ہے جو مانگنے سے خوش ہوتا ہے اور نہ مانگنے سے ناراض ہوتا ہے۔ دستور عالم ہے کہ لوگ فریاد کرنے والوں سے دور بھاگتے ہیں، ان سے پہلوتہی کرتے ہیں، ان سے بچنے کی تدابیر اختیار کرتے ہیں، اگر مطالبہ میں شدت پیدا ہو جائے تو بسا اوقات ذلیل کرنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں۔ لیکن خالق کائنات رب ذوالجلال کی بارگاہ میں جتنا مانگو گے، جتنا طلب کرو گے اتنا زیادہ ملے گا، اتنا زیادہ قرب نصیب ہوگا اور محبت میں اضافہ پیدا ہوگا۔

دعا کی اہمیت قرآن مجید میں

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ادعونی استجب لکم"، تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا (عرضی) قبول کروں گا۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "و اِذا سألک عبادی اَنی فانی قریب"، جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو بتا دیجئے کہ میں قریب ہوں۔ ان دو آیات میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو بتا دیا ہے کہ میں تمہاری التجا، درخواست اور عرضی کو سنتا ہوں، میں ہمیشہ اپنے بندوں سے قریب رہتا ہوں۔ اللہ تعالی خود اپنے بندوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سنوں گا۔ مجھ سے اپنی ضرورتوں کا ذکر کرو، میں تمہاری ضرورتوں کی تکمیل کروں گا۔ اپنی پریشانی اور خوشی میں مجھے یاد رکھو، میں تمہاری خوشی میں اضافہ کروں گا اور تمہارے غم کو مٹا دوں گا۔ میری نعمتوں اور آسائشوں پر شکر ادا کرو، میں مزید عطا کروں گا۔ بندہ مومن جس قدر آہ وزاری اور گریہ وزاری سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی جھولی پھیلا کر طالب بنتا ہے، اللہ تعالی اسی قدر اسے عطا فرماتے ہیں۔

دعا کی فضیلت حدیث رسول میں

آپ ﷺ نے صبح وشام اور ہر کام کی ابتدا اور اس کی انتہا پر دعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ دعا مانگنے کے بعد کام میں برکت ہوتی ہے اور انسان اس کے بُرے نتائج سے محفوظ رہتا ہے۔ کھانا پینا، سونا جاگنا، انسانی حاجات اور بشری تقاضے زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس کے متعلق دعائیں مذکور نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو دعا کی جانب خصوصی طور پر متوجہ کیا ہے، ترغیب دلائی ہے اور اس کے فوائد بیان کئے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سنو! کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے اور تمہیں بھرپور روزی دلائے، وہ عمل یہ ہے کہ اپنے اللہ سے روز وشب دعا کیا کرو؛ کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ دعا مومن کے لیے ہر صورت میں ہتھیار ہے، جنگ کے میدان میں اللہ تعالی سے مدد کی درخواست دعا کے ذریعہ ہوتی ہے۔ آلام ومصائب سے چھٹکارے کی التجا دعا کے واسطے سے ہوتی ہے۔ انسان اپنی کامیابی کے لئے دعا مانگتا ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں ہمیں دعا کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ انسان کی پیدائش سے موت تک ہر دور اور ہر زمانہ میں اسے دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایام بیماری میں شفایابی کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔ ایام صحت میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔ آزمائش اور فتنوں کے دور میں ان سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالی سے دعا مانگی جاتی ہے۔ شادی بیاہ میں خیر وبرکت کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لیس شی ء اکرم علی اللہ تعالی من الدعاء"، اللہ تعالی کے نزدیک دعا سے زیادہ مکرم ومعزز کوئی چیز (عبادت) نہیں ہے (ترمذی شریف)۔ انسان جب اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنی کمی کوتاہیوں کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ تعالی کی بزرگی اور اس کی قوت وحکمت کے سامنے اپنے اسباب ووسائل کو ہیچ سمجھ کر خدائی نصرت کے لئے دست سوال دراز کرتا ہے تو اللہ تعالی بندے کو نامراد نہیں لوٹاتے ہیں۔ دعا کی برکت اور اس کے نتیجہ میں انسان میں ایک طرح کا اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے، ایک ایسا سکون جسے الفاظ کے سانچے میں ڈھالا نہیں جاسکتا ہے۔ بندہ مومن کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس نے اپنی عرضی اپنے رب کی بارگاہ میں بھیج دی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا ایک عبادت ہے، پھر آپ نے آیت، "وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین"، کی تلاوت فرمائی: تمہارا رب فرماتا ہے، تم مجھے پکارو، میں تمہاری پکار (دعا) کو قبول کروں گا، جو لوگ مجھ سے مانگنے سے گھمنڈ کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوں گے۔ (ترمذی شریف)۔ اس حدیث شریف میں دعا کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی جس میں اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے لئے وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے رب سے نہیں مانگتے ہیں۔ جو کبر وتکبر کے جنجال میں پھنس کر اس ذات مطلق کو بھول جاتے ہیں جس نے انہیں پانی کے ناپاک قطرے سے انسان بنایا اور روئے زمین پر پھیلی ہوئی اپنی بیش بہا نعمتوں کو ان کے استعمال کے لئے چھوڑ دیا۔

کن لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یارب یارب، و مطعمہ حرام، و مشربہ حرام، و ملبسہ حرام و غذی بالحرام فاَنی یستجاب لذالک"۔ ایک شخص جو طویل سفر میں اس حالت میں ہوتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ، جسم اور کپڑے غبار آلود ہو جاتے ہیں اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور حرام غذا سے اس کی نشوونما ہوئی تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ معلوم ہوا کہ رزق حلال دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے، حرام مال کھانے سے دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب اللہ سے مانگو اور دعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول کرے گا، اور عطا فرمائے گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالی اس کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل (دعا کے وقت) اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو"۔ (ترمذی شریف)۔ دعا کی قبولیت کے لئے خشوع اور خضوع ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے رزق حلال اور طیب مال کے لئے سعی کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ کسب حلال کو مذہب اسلام میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، کیونکہ تمام عبادات کی قبولیت کا دارومدار رزق حلال پر ہے۔

دعا کیسے مانگے:

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "ادعوا ربکم تضرعا و خفیہ"، اپنے رب کو خشوع اور خضوع کے ساتھ چپکے چپکے پکارو۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں: قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالی کے سامنے اپنے عجز وانکسار اور تذلل کا اظہار کر کے دعا کرے، اس کے الفاظ بھی عجز وانکسار کے مناسب ہوں، لب ولہجہ بھی تواضع وانکسار کا ہو، ہیئت دعا مانگنے کی بھی ایسی ہی ہو، اس سے معلوم ہوا کہ آج کل عوام جس انداز سے دعا مانگتی ہیں، تو اس کو دعا مانگنا ہی نہیں کہا جاسکتا، بلکہ پڑھنا کہنا چاہئے۔ دعا مانگتے ہوئے مسنون دعائیں یا قرآن میں موجود دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے لیکن اگر ان کے مفہوم سے واقفیت نہ ہو تو بہتر ہے کہ مسنون دعاؤں کے بعد اپنی زبان میں اپنے انداز سے عجز وانکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رب العالمین کی بارگاہ میں التجا کریں۔ دعا مانگتے ہوئے مقفع اور مسجع عبارتوں اور بھاری بھرکم الفاظ وتعبیرات سے احتراز کریں کہ ان سے تکلف پیدا ہوتا ہے اور خشوع خضوع میں نقص کا امکان رہ جاتا ہے۔ عام فہم اور روزمرہ کے الفاظ جن کے الفاظ میں کوئی تصنع اور بناوٹ نہ ہو، دعا کے لئے استعمال کرنے چاہئے کہ اس سے بندہ مومن بوقت دعا الفاظ کے پیچ وخم میں الجھنے سے محفوظ رہتا ہے۔

دعا کے فوائد

دعا کرنے کے بے شمار فائدے قرآن واحادیث میں مذکور ہیں۔ دعا کا ایک اہم اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق حقیقی سے جُڑ جاتا ہے۔ اس سے اپنی مرادیں مانگتا ہے۔ اس کے سامنے اپنی ضرورتوں کو رکھتا ہے۔ اور اپنی خوشی اور غم میں رب ذوالجلال کا شکر وصبر بجالانے کا عادی ہو جاتا ہے۔ کس قدر خوش نصیب ہے وہ بندہ جسے اللہ تعالی دعا مانگنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ کتنی سعادت کی بات ہے کہ حالت دعا میں بندہ مکمل توجہ کے ساتھ اللہ کی جانب متوجہ رہتا ہے اور خالق کائنات اپنے اس بندہ کی عاجزی وانکساری دیکھ کر اس کی جانب متوجہ رہتے ہیں۔ بندہ مومن کا اللہ تعالی سے ایسا ربط پیدا ہونا جس میں اسے ہر وقت ہر لحہ مالک دو جہاں کی کبریائی کی توفیق میسر ہو اور اس کے سامنے اپنی انکساری کا اظہار کرے، یہ اللہ تعالی کی جانب سے بیش بہا دولت ہے کہ بندہ ہمیشہ اپنے رب کی یاد میں مگن رہے اور زندگی کے ہر موقع پر اپنے رب کا شکر ادا کرے اور اس کی مناجات میں لگا رہے۔

دعا کی فضیلت واہمیت اور ہماری بے اعتنائیاں

دعا امم سابق میں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ خاص ہوا کرتی تھی، لیکن امت محمدیہ کو اللہ تعالی نے یہ اعزاز بخشا کہ ہر فرد کے لئے اسے عام کر دیا، اور اعلان فرما دیا: ادعونی استجب لکم،۔ ہمارے اسلاف واکابرین کا یہ وتیرہ رہا کہ وہ دعاؤں کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ پوری پوری رات دعاؤں میں گزار دیا کرتے تھے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی کیفیات احادیث میں بکثرت موجود ہیں کہ دعاؤں کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ یہ وہ خدا کے نیک بندے تھے جنہیں معلوم تھا کہ ہمیں ہر چیز اللہ تعالی سے مانگ کر لینا ہے، چنانچہ وہ اپنی تمام ضروریات اللہ تعالی کے سامنے رکھا کرتے تھے۔ لیکن موجودہ وقت میں امت مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ اس اہم اور بابرکت عبادت سے غفلت کا شکار ہے۔ مساجد میں نماز تک تو کچھ اہتمام ہے لیکن بعد ازاں اس کا کوئی اہتمام نہیں پایا جاتا ہے۔ دعا بندہ مومن کے لئے وہ ہتھیار ہے جو اس کے دل کو سکون اور اس کی مراد کو پوری کرتا ہے۔ دعاؤں کا اہتمام بہت ضروری ہے، جو لوگ اپنے رب کے سامنے اپنی ضرورتوں کو رکھتے ہیں اللہ تعالی ان کی زندگی میں سکون پیدا کر دیتا ہے۔

موجودہ وقت میں مسلمانان عالم پر جو حالات ہیں، اور جس طرح ہر چہار جانب سے مسلمانوں پر ظلم وستم کو روا رکھا جا رہا ہے، ایسی صورت میں ہمیں اسباب ووسائل سمیت دعاؤں کا اہتمام بھی کرنا چاہئے۔ اپنے محدود وسائل پر اکتفا کرتے ہوئے رب ذوالجلال سے کامیابی وکامرانی کی دعا کریں۔ بندہ تو اسباب کا محتاج ہے لیکن وہ تو خالق کُل ہے، اس کے کلمہ "کن" سے دنیا کا وجود ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اپنی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کے ساتھ ہمیشہ حاضری کی توفیق عنایت فرمائے۔

Scanned with CamScanner

حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ

مولانا محمد طارق نعمان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑی دولت اور نعمت سے نوازا ہے جو پورے دین کو جامع اور اس کی تبلیغ کا بہترین ذریعہ بھی ہے، وہ نعمت اور دولت اخلاق ہے، ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ معیار پر تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ قرآن کریم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر قول وفعل سے ثابت کیا کہ آپؐ دنیا میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کیلئے تشریف لائے، چنانچہ ارشاد ہے: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی ''میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے واسطے بھیجا گیا ہوں۔'' پس جس نے جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا کر اپنے اخلاق کو بہتر بنایا اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اس کو بلند مرتبہ ملا۔ صحیح بخاری کتاب الادب میں ہے، ان خیارکم احسنکم اخلاقا ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اخلاقِ حسنہ سے عبارت تھی، قرآن کریم نے خود گواہی دی انک لعلی خلق عظیم ''بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے بڑے مرتبہ پر فائز ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بھی ہمیشہ اچھے اخلاق کی تلقین کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اندازِ تربیت کے بارے میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عمدہ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

ترمذی شریف میں ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو۔'' عظمت اخلاق آخری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز ہے، سارے انبیاء اخلاق کی تعلیم دینے کیلئے دنیا میں آئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہدایت کے آخری رسول ہیں، یا یوں سمجھئے کہ قرآن نظریہ اخلاق ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمونۂ اخلاق ہیں، جب نظریہ عمل میں ڈھلتا ہے تو کمی بیشی عموماً ہو جاتی ہے، مگر اخلاق کا نظریہ جتنا معقول اور مستحکم ہے اتنا ہی مستحکم اخلاق کا نمونہ بھی ہے، اسی لیے دنیا کے بیشتر مفکرین اور معلمین کی نظر میں اخلاق کا درس خوشنما نظر آتا ہے، مگر جب ان کے قریب جایئے تو فکر وعمل کا تضاد اور گفتار وکردار کا اختلاف سامنے آتا ہے؛ لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار جتنی پاکیزہ ہے، کردار اتنا ہی پاکیزہ نظر آتا ہے، تعلیم جتنی روشن نظر آتی ہے، سیرت اتنی صیقل دکھائی دیتی ہے، کہیں پر کوئی جھول یا کسی قسم کا کھوٹ نہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ واقعی اس اعزاز کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ وہ کون سا خلق حسن ہے جو آپ کی ذات گرامی میں نہیں تھا۔ غصے کو دبانا اور ضبط کرنا، بڑی اعلیٰ صفت ہے جو برسوں کی ریاضت کے بعد کسی کو حاصل ہوتی ہے، اس کے فضائل بیان کر دینا تو آسان ہے، مگر اس پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے لیکن آپؐ کے اندر یہ اعلیٰ صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اگر سیرت کا مطالعہ غور سے کیا جائے تو اس کی مثال قدم قدم پر ملے گی۔ وحشی بن حرب جس کی ذات سے اسلامی تاریخ کے تلخ ترین حادثے کی یاد وابستہ ہے، کہ جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و مشفق چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا لیکن جب وہ اسلام قبول کر کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کا اسلام تسلیم فرمالیا، پھر آپؐ نے حضرت حمزہؓ کے قتل کی کیفیت دریافت فرمائی جب انہوں نے واقعہ بیان کیا تو آپؐ پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمایا'' وحشی! تمہارا قصور معاف ہے لیکن تم میرے سامنے نہ آیا کرو، تمہیں دیکھ کر پیارے شہید چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔''

وفا ایمانی صفت ہے جس کے اندر وفا نہ ہو وہ یقیناً انسانیت اور ایمان کے کمال سے محروم ہے۔ قرآن میں بدعہدی کو یہود کی صفت بتایا گیا ہے اور ایفائے عہد کو مومنوں، متقیوں اور اللہ کے نبیوں کی صفت قرار دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ میں ایک اخلاق یہ بھی ہے کہ آپؐ ہمیشہ وفاء کرتے تھے بے وفائی اور عہد شکنی نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ مجھے قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کام سے بھیجا (یہ اس وقت کی بات ہے جب میں اسلام سے محروم تھا) جب میں نے آپ کی زیارت کی تو فوراً میرے دل میں اسلام کی محبت بیٹھ گئی، چنانچہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! خدا کی قسم، اب میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا، مگر آپؐ نے فرمایا ''نہ تو میں وعدہ خلافی کرتا ہوں اور نہ عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ ہی غلاموں کو روکتا ہوں، فی الوقت تم واپس چلے جاؤ البتہ اگر تمہارے دل میں یہی جذبہ یہی ارمان یہی تمنا یہی خواہش رہی تو پھر واپس چلے آنا۔'' چنانچہ میں اس وقت تو چلا گیا لیکن بعد میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق حسنہ کی دولت سے تڑپتی انسانیت کی غمخواری کی، اپنے ازلی وابدی دشمنوں کو پتھر کے جواب میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ نفرت کے اندھیروں میں الفت ومحبت کی شمع روشن کی، آپسی تفرقہ بازی اور دائمی بغض وعداوت کی بیخ کنی کر کے بھائی چارگی اور الفت ومحبت کے چشمے بہائے، یہی نہیں، بلکہ ذرا دو قدم آگے بڑھ کر فتح مکہ کی تاریخ کے اوراق کو الٹ کر دیکھئے کہ آپ مکہ میں داخل ہوتے ہیں، صحابہؓ اعلان کرتے ہیں'' آج بدلے کا دن ہے۔'' لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف کردیا۔ جوش میں آئی صدائیں لوگوں کے کانوں سے ٹکراتی ہیں، لاتثریب علیکم الیوم و اذھبوا انتم الطلقا کہ جاؤ تم سب آزاد ہو، تم لوگوں سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا جائیگا، یہ تھا آپ کا اخلاق کریمانہ، یہ تھا آپ کے اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ، جس کی مثال سے دنیا قاصر ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اخلاق حسنہ سے بھری پڑی ہے، جسے آج ہمیں اس نازک ترین حالات میں اپنانے کی ضرورت ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اخلاق کی تعلیم دوسروں کو دیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر اپنی زندگی کو سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو اپنانے کے بعد ہمارے لیے بھی اخلاقیت کی بلند اور دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنا آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاق نبوی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بی جے پی کی گھٹتی مقبولیت

سید سرفراز احمد بھینسہ

جب الیکشن کا وقت قریب آتا ہے تو سیاستدانوں کو عوام کو فکر لاحق ہو جاتی ہے، وہ عوام کے اتنے ہمدردوں اور مخلص بن جاتے ہیں کہ جیسے کہ ان پر عوام کی کفالت کی ہر طرح سے ذمہ داری ہے اسی وقت ان کو احساس ہوتا ہے کہ ہم ملک کی رعایا کے حکمراں ہیں اور اس وقت عوام پر اتنی محبت نچھاور کرتے ہیں کہ جیسے کوئی خونی رشتہ ہو مانتے ہیں کہ ہر ہندوستانی میں ایسی ہی محبت ہونی چاہئے کہ جیسے کسی ایک کو کانٹا چبھے تو دوسرا درد محسوس کرے، لیکن یہ سب الیکشن کے عنقریب ہی نظر آتا ہے یا ان کے کسی مفادات کا موقع ہو تو شیریں بیان بازی سے کام لیا جاتا ہے جبکہ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے، چند دنوں قبل اتر پردیش کے غازی آباد میں بی جے پی کی مربی تنظیم آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے آر ایس ایس کی اقلیتی اکائی مسلم راشٹریہ کے ایک جلسہ میں خطاب کے دوران کہا تھا کہ ملک میں سیاست کے نام پر ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمام ہندوستانوں کا ڈی این اے ایک ہی ہے جو پچھلے چالیس سال ہزار سالوں سے ایک ہی آباواجداد کی اولاد ہے، لنچنگ کرنے والے ہندوتوا مخالف ہیں مسلمانوں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کرنے والے ہندو نہیں ہے اور یہ ملک ہندو مسلم دونوں کا برابر ہے...... یہ آر ایس ایس کے سربراہ کی گفت وشنید کی سرخیاں ہیں ''بھاگوت کا یہ بیان'' بغل میں چھری منہ میں رام رام'' کے مماثل ہے، آر ایس ایس کے سربراہ کی گفتگو پر اگر ہم نظر ڈالتے ہیں تو ایک اہم بات معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے جو کہا کہ ملک میں اتحاد کی ضرورت نہیں ہے...... جو ہندوتوا ملک میں فرقہ واریت کی نفرت پھیلاتی ہے جو بھاجپا مذہب کی سیاست کا بہترین کھیل کھیلتی ہے...... جو سنگھی ہندو راشٹر کے خواب سجا رہے ہیں...... ایسی آئیڈیالوجی رکھنے والی تنظیم کے مربی کی باتیں...... زخم پر نمک چھڑکنے کے برابر ہے، بھاگوت کی زبان سے ایسی باتیں جو مسلمانوں کی تائید میں کی گئی ہیں کیا مسلمانوں نے اس بات کو دل سے تسلیم کرلیا؟ نہیں ہرگز نہیں، ایسے متضاد بیانات دینے سے ملک طاقتور نہیں ہو جاتا اور نہ ملک پر امن بن جاتا ہے بلکہ اس کیلئے عملی اقدامات کر کے مثالیں پیش کرنی پڑتی ہے جو نہ آر ایس ایس کی ایسی تعلیم وتربیت ہے اور نہ بھاجپا کی، رہی بات ملک میں ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت نہیں ہے یہ تو آر ایس ایس کی پالیسی ہے کہ وہ ہندو مسلم کا کبھی اتحاد ہی نہیں چاہتے، اگر اتحاد ہو گیا تو ان کی سیاست دہکتی آگ میں جل کر خاکستر ہو جائے گی، ملک میں آزادی سے پہلے اور ابھی بھی ہندو مسلم اتحاد کی سخت ضرورت تھی اور ہے اور ہمیشہ رہے گی میں اس موقع پر مولانا آزاد کا وہ تاریخی اقتباس یاد دلاتا ہوں جنہوں نے رام گڑھ کے کانگریس سیشن (۱۹۴۰ میں جب وہ دوسری بار کانگریس کے صدر منتخب ہوئے) تب انہوں نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا وہ کتنا دوٹوک ہے آپ خود دیکھیے انہوں نے کہا کہ اگر کوئی فرشتہ بھی جنت سے اتر آئے اور مجھے کہے کہ خدا نے اسے ہندوستان کی آزادی کا تحفہ دیکر بھیجا ہے تو میں اسے تب تک قبول نہیں کروں گا جب تک یہ بھگوا رنگ اپنے آپ کو سیکولر رنگ میں نہ رنگیں بھاگوت کی دوسری بات تمام ہندوستانی کا ڈی این اے ایک ہے بھاگوت کے اس جملہ میں بھی ہندوتوا چھپا ہوا ہے بات کچھ گلے سے نہیں اتری کہ تمام ہندوستانیوں کا ڈی این اے ایک ہی ہے اس سے ہم کیا سمجھیں یہی کہ تمام ہندوستانی ہندو ہیں، دوستو نشانہ پرانا ہی ہے صرف تیر نئے طرز کار ہے لیکن بھاگوت نے اپنے مقصد کی بات کہہ دی جو کہنا تھا اور آگے کہا کہ لنچنگ کرنے والے ہندوتوا مخالف ہیں تو کیا مسلمان ۲۰۱۴ء سے ۲۰۲۱ء تک کی کئی لنچنگ کو یوں ہی بھلا دیں گے اب تک سینکڑوں مسلمانوں کی لنچنگ کی گئی جس میں خود ہندوتوا اور بھاجپا کے لوگ شامل ہیں جب بھاگوت غازی آباد میں لنچنگ نہ کرنے کی بات کر رہے تھے، وہاں سے چند کلومیٹر کی دوری پر نوائیڈہ میں ایک مسلم بزرگ کاظم احمد کی لنچنگ کی جا رہی تھی جنہیں مارا پیٹا گیا حتی کہ درندہ صفت انسانوں نے انہیں برہنہ کر کے مسلمان ہونے کی تصدیق بھی کی لیکن بھاگوت کی بیان بازی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

بھاگت کی بیان بازی پر بھی کئی سوال کھڑے ہوتے ہیں کہ بھاگوت کو مسلمانوں سے اچانک ہمدردی کیوں ہونے لگی......؟ پچھلے سات سالوں سے مسلمانانِ ہند کو ہجومی تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے پھر کیوں جب بھاگوت چپ سادھے ہوئے تھے......؟ کیوں کہ اپنی آئیڈیالوجی رکھنے والی بھاجپا کو لنچنگ کرنے والوں پر قانون بنانے پر زور نہیں دیا......؟ کیوں ان خاطیوں کو حکومت سے سزا دلوانے کی مانگ نہیں......؟ دراصل یہ مودی اور بھاگوت ایک ہی کشتی کے دو ملاح ہیں انہیں ہر حال میں کشتی کو غرق کرنا ہی ہے کیونکہ یہ اپنی آئیڈیالوجی کو تھوپنے میں کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں کیونکہ اب انہیں یہ فکر لاحق ہوگئی ہے کہ یوپی الیکشن کیسے جیتا جائے، اب رہا سوال افغانستان کے حالات بدلنے س ہندوستان کا کیا تعلق ہے، چونکہ افغانستان میں ہمارے ملک ہندوستان کی تقریباً ۲۰۰ ارب ڈالر سے زیادہ سرمایہ کاری ہوئی ہے، اب ایسی سرمایہ کاری کھودینے کا خدشہ ہے لہذا آر ایس ایس اپنی سیاسی پارٹی بی جے پی کی معاون بنتے ہوئے اس کو بچانے کیلئے ہندوستان کے مسلمانوں سے ظاہری ہمدردی اور مخلص بننے کا دکھاوا کر رہی ہے کیونکہ افغانستان میں ہندوستان کی تجارتی سرگرمیوں وسرمایہ کاری کیلئے طالبان سے مذاکرت کرنا ضروری بن جاتا ہے، قبل اس کے مسلمانوں کے ہمنوا ثابت کرنا ان کی سیاسی مجبوری ہے۔

کھوتی ہوئی ساکھ بچانے کے لئے ایک نئے طرز عمل کا منصوبہ بنا کر مسلمانوں کے حق میں بیان بازی کر رہے ہیں یہ بیان بازی دراصل مسلمانوں کیلئے نہیں ہے دیگر ممالک کے حکمرانوں کو خوش کرنے کا نیا فارمولہ ہے، جو عالمی سطح پر متاثرہ شبیہ کو بچانے کی ایک نئی ترکیب کے تحت پھر سے میدان کو ہموار کرنا چاہتے ہیں، مودی کی امیج کو عالمی سطح پر جتنا نقصان ہوا ہے اس سے آر ایس یس بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔

اب ملک میں بی جے پی کی جو حالت ہے وہ بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے اور وہ آنے والے انتخابات کیلئے سیاسی میدان کو ہموار کرنا چاہتی ہے جس کے لئے آر ایس ایس اور بی جے پی میدان میں سرگرم ہیں یاد رہے کہ ملک کی دوسری اپوزیشن پارٹیوں کے پاس بہترین موقع ہے خاص کر علاقائی پارٹیوں کو کہ وہ سیاسی میدان کو ابھی سے سنبھالنے کی کوشش کریں اور اپنی سیاسی طاقت کا مظاہرہ کریں جس طرح سے دیدی نے بنگال میں بھاجپا کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جامع منصوبہ بندی کے ساتھ بی جے پی کا سفایا کیا اسی طرح علاقائی پارٹیاں بھی متحدہ طور پر ہندوتوا کی پالیسی کو ناکام ونامراد بنا سکتے ہیں، کیونکہ عوام مذہبی سیاست سے بیزار ہوگئی ہے وہیں بی جے پی اپنے زوال کی طرف بڑھ رہی ہے اگر اپوزیشن پارٹیاں بی جے پی کا اصلی چہرہ عوام کے سامنے کھول کر بیان کرتی ہیں اور عوام اصل سچائی سے آشنا کرواتی ہے تو عوام بھی شعوری طور پر اپنے ووٹ کا استعمال کرے گی پھر دیکھنا بی جے پی کی الٹی گنتی شروع ہو جائے گی۔

Scanned with CamScanner

کامیاب استاذ کی صفات

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

تعلیم وتدریس ایک معزز اور قابل احترام منصب ہے، جس کے لیے کچھ شرائط اور آداب ہیں، جن کا جاننا اور ان کی عملی مشق کرنا ایسا ہی ضروری ہے، جیسے کسی فن کو سیکھنے کے لیے اس کی عملی مشق ضروری ہوتی ہے۔ فنِ تدریس کے لیے ذوق، فطری صلاحیت اور اس منصب کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے توجہ، محنت اور مشقت کی ضرورت ہے؛ تاکہ اسے سیکھنے والا ایک معلمِ کامل بن کر نکلے اور اس میں ایک کامیاب استاذ کی صفات اور خصائص موجود ہوں۔ جس سے اس کے تجربہ میں مزید اضافہ ہوتا رہے۔ نیز جب وہ تدریس کے میدان میں قدم رکھے تو طلباء اس سے مستفید ہوں۔ اور وہ خود بھی علمی اور روحانی لذت محسوس کرسکے۔ تعلیم وتدریس ایک مقدس منصب ہے جو سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت اور فرائض نبوت میں سے ایک فریضہ ہے۔ ارشادِ باری ہے: ''اللہ نے احسان فرمایا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انھیں میں سے پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی باتیں اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔'' (آل عمران:۱۶۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے معلم بنا کر بھیجا، آپ نے فرمایا: انما بعثت معلما ''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ آپ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی اس میں علم اور تعلیم ہی کا ذکر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے لیے معلم اور مربی بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: ''وَعَلَّمَکَ مَالَم تَکُن تَعلَم'' (النساء:۱۱۳) مزید فرمایا: ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم'' (القلم:۴)

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعلیٰ اور کامل معلم تھے، ایسا باکمال معلم نہ آپ سے پہلے کسی نے دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات میں کمالِ علم، عظیم حکمت، اعلیٰ اخلاق، شاگردوں کے ساتھ شفقت ورحمت، ان کی تعلیم وتربیت کے لیے نہایت عمدہ اور مفید اسالیب کا استعمال اور ان کی خبر گیری جیسی صفات اپنے کمال کی انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے؛ اس لیے جو معلم اور استاذ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بننا چاہے اور فنِ تدریس میں کمال تک پہنچنے کا خواہش مند ہو تو اُسے چاہیے کہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وکمالات جو اِس میدان سے متعلق ہیں، معلوم کرے اور پھر اِن صفات میں آپ کے نقشِ قدم پر چلے۔ کامیاب معلم کے اوصاف درج ذیل ہیں:

۱-علم میں کمال:

معلم کامل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے فن میں پوری مہارت رکھتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور سکھائیں آپ کو وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔'' (النساء)

کامیاب استاذ کی صفت یہ ہے کہ وہ امکانی حد تک علم میں کمال رکھتا ہو، خصوصاً اُس مضمون اور فن میں جس کے پڑھانے کی ذمہ داری اس پر ڈالی گئی ہے؛ کیوں کہ استاذ کو جس مضمون میں جتنی مہارت اور دسترس ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ طلباء کو فائدہ پہنچا سکے گا۔ لہٰذا متعلقہ مضمون میں کمال حاصل کرنے کے لیے استاذ کو چاہیے کہ وہ:

۱-اس مضمون کی بنیادی کتابیں ہمیشہ اپنے زیرِ مطالعہ رکھے۔ ۲-جو کتاب اُسے پڑھانی ہے اسے بار بار دیکھے۔ ۳-دورانِ مطالعہ اگر کسی عبارت یا کسی مسئلہ کے سمجھنے میں دِقت پیش آئے تو اپنے استاذ سے مراجعت کرے۔ ۴-اگر اپنا استاذ نہ ہو تو اُس مضمون کے کسی ماہر استاذ سے رجوع کرے، اس سے پوچھے، اس کے ساتھ مذاکرہ کرے اور اس میں شرم محسوس نہ کرے؛ کیوں کہ علم حاصل کرنے میں شرم نہیں۔

۲-فصاحت وبلاغت:

کامیاب معلم کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ فصیح اللسان ہو اور جو مضمون پڑھائے طلباء کو ذہن نشین کرادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے اور جامع کلمات کے مالک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھے جوامع الکلم کی صفت عطا کی گئی ہے'' یعنی آپ کے الفاظِ مبارک کم اور ان کے معانی زیادہ ہوتے تھے۔ نیز آپ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے جو بھی اسے سنتا اسے سمجھ لیتا اور بہ وقت ضرورت ایک بات کو تین بار دہراتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ایک ایک بات آج امت کے پاس محفوظ ہے۔

۱-لہٰذا ایک کامیاب استاذ کے لیے فصیح وبلیغ ہونا ضروری ہے، جس زبان میں وہ طلباء کو پڑھا رہا ہے، اس زبان پر اسے دسترس ہونی چاہیے؛ تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر اور کتاب کے مضمون کو فصیح وبلیغ انداز میں طلباء کے سامنے پیش کرسکے، جس سے ایک معمولی صلاحیت رکھنے والا طالب علم بھی اسے سمجھ سکے۔ ۲۔دورانِ تدریس وہ زبان اِستعمال کرے جو سامنے بیٹھنے والے طلباء کی ذہنی سطح کے مطابق ہو، نہ ان کی سطح سے اتنی اونچی ہو کہ ان کی سمجھ سے بالاتر ہو اور نہ اتنی نیچی کہ استاذ عوامی سطح پر اتر آئے۔ ۳۔گفتگو میں ایک ربط اور ترتیب ہو، ٹھہر ٹھہر کر بولے، جلدی نہ کرے، تاکہ سننے والا استاذ کے ہر ہر جملہ کو سنے اور سمجھ جائے۔ ۴۔اگر مضمون ایسا ہو جس میں جملوں کو دُھرانے اور بار بار کہنے کی ضرورت ہے، تو انہیں بار بار دھرائے، خصوصاً جب عربی زبان کا مضمون ہو۔

۳-اسالیب اور اندازِ تعلیم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ تعلیم میں مختلف طریقے اور اسلوب استعمال فرماتے تھے اور سامعین کا خیال فرماتے اور ان کے عقلی معیار کے مطابق گفتگو فرماتے اور مختلف علمی مضامین کے اعتبار سے اسلوب بدلتے رہتے۔

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم میں وہ تمام اسالیب اختیار فرمائے جو مفید سے مفید تر ہوسکتے ہیں اور آج کے اس ترقی کے دور میں اس سے بہتر کوئی علمی ادارہ نیا اسلوب نہیں پیش کرسکا۔

لہٰذا کامیاب استاذ کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تدریس کے مختلف اسالیب اور انداز سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ کس فن کو کس طرح پڑھایا جاتا ہے اور خصوصاً اس فن کو جسے وہ پڑھا رہا ہے اور یہ بھی جانتا ہو کہ مضمون بدلنے یا طلباء کی ذہنی سطح اور اِستعداد کے مختلف ہونے سے اسلوب کس طرح بدلا جاتا ہے۔ یہ مستقل موضوع ہے، جس پر ایک مستقل رسالہ لکھا جاسکتا ہے؛

۴-تعلیم میں نقشہ اور تختہ سیاہ کا اِستعمال:

بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں جن کو سمجھانے کے لیے تختہ سیاہ اور نقشہ کی ضرورت پڑتی ہے، جس کے ذریعہ بعض حقائق کا طلباء کو سکھانا آسان ہوجاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض معنوی حقائق کو سمجھانے کے لیے یہ انداز بھی اختیار فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع خط کھینچا۔ پھر اس مربع خط کے درمیان میں ایک خط کھینچا پھر اس درمیانے خط کے دونوں جانب چھوٹے چھوٹے خط کھینچے اور ایک خط مربع خط کے باہر کھینچا۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا: جانتے ہو یہ کیا ہے؟ سب نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ درمیانہ خط انسان کی مثال ہے اور اس کے دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے خطوط وہ عوارض ہیں جو اُسے زندگی میں پیش آتے ہیں، اگر ایک سے چھوٹ گیا تو دوسرا پکڑ لیتا ہے اور جو مربع خط ہے یہ اس کی اجل ہے اور اس کے ساتھ جو خط باہر جارہا ہے، وہ اس کی اُمیدیں اور آرزوئیں ہیں۔ (مسند امام احمد: ۵/۲۳۷)

۵-تعلیم بذریعہ ضرب المثل:

کسی معنوی اور غیر محسوس حقیقت کو سمجھانے کے لیے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اُستاذ طلباء کے سامنے اس کی ایک حسی مثال پیش کرے اور پھر اس معنوی حقیقت کو اس پر قیاس کرکے طلباء کے اذہان کو قریب کردے۔ کتب حدیث میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ یہاں اُن میں سے ایک مثال ذکر کی جاتی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور بُرے ہم نشین اور ساتھی کے اثرات کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اچھے ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال ایسی ہے، جیسے مشک بیچنے والا اور بھٹیارہ۔ پس مشک بیچنے والا یا تو تمہیں مشک پیش کرے گا یا تم خود اس سے مشک خرید لوگے، یا (کم ازکم) اس کے پاس سے خوش بو آتی رہے گی۔ اور بھٹیارہ یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا۔ یا (کم ازکم) اس سے بدبو تمہیں پہنچے گی۔'' (متفق علیہ)

۶-سوال کے ذریعہ اذہان کو مشغول کرنا:

تعلیم کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ استاذ پڑھاتے وقت طلباء کے سامنے ایک یا ایک سے زائد سوال پیش کرکے سب کے اذہان کو مشغول کردے؛ تاکہ وہ جواب سوچیں، پھر ان سے جواب سنے۔ اگر جواب صحیح ہے تو ان کی تصویب کرے۔ ورنہ صحیح جواب کی طرف ان کی راہنمائی کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم میں یہ اسلوب بھی اختیار فرماتے تھے، خصوصاً جب کسی کا امتحان لینا مقصود ہو۔ نیز اس انداز سے طلباء میں سوچنے اور حقائق میں غور وفکر کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے سوال کیا کہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیسے کروگے؟ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تفصیلی جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب سن کر ان کی تصویب فرمائی اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ تعلیم وتدریس کے ان اسالیب کے علاوہ اور بھی مختلف انداز ہیں جن کا تعلق تعلیم کے اَعلیٰ مراحل سے ہے؛ اس لیے اُن کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا، لہٰذا عربی کے اساتذۂ کرام کو چاہیے کہ مذکورہ بالا اسالیب میں سے جو اسلوب بھی مناسب سمجھیں اسے موقع ومحل اور مخاطب کے اعتبار سے استعمال میں لائیں۔

۷-درس کی تیاری:

عربی پڑھانے والے اساتذۂ کرام اگر چاہتے ہیں کہ وہ کامیاب مدرس بنیں اور طلباء ان سے خوب فائدہ اٹھائیں، تو انھیں چاہیے کہ ہر سبق پڑھانے سے پہلے اسے خوب دیکھیں اور اچھی طرح اس کا مطالعہ کریں، اگر کسی عبارت یا لفظ میں طباعت کی غلطی دیکھیں تو اسے درست کردیں اور پڑھاتے وقت طلباء سے بھی وہ غلطی درست کرالیں۔ نیز سبق پڑھانے سے پہلے سبق کا مکمل نقشہ ذہن میں بنالیں کہ آپ اسے کس طرح طلباء کو پڑھائیں گے۔

تنبیہ:

یاد رہے کہ کتابوں میں کبھی کاتب کی غلطی سے (جو عموماً غیر علماء ہوتے ہیں) یا حروف جوڑتے وقت یا ٹائپ کرتے وقت بعض آیاتِ کریمہ، اسی طرح احادیث شریفہ یا کسی عبارت میں طباعت کی غلطیاں رہ جاتی ہیں، لہٰذا ایسی اغلاط کو بجائے اس کے کہ مصنف کی طرف منسوب کرکے اسے تحریف کا مرتکب قرار دیا جائے، جو کہ ایک مؤمن کی دیانت کے خلاف ہے؛ بلکہ اُسے دُرست کرلینا چاہیے۔ خصوصاً جب کہ وہ عالم ثقہ، با اعتماد اور اہلِ علم میں مسلمہ شخصیت بھی ہو۔

ترغیب:

طلباء کے دلوں میں ترغیب کے ذریعہ علم اور اس مضمون کا شوق پیدا کرنا ایک کامیاب استاذ کی صفات میں سے ہے؛ تاکہ طلباء کے ذہنوں میں اس علم اور مضمون کی اہمیت پیدا ہو، اور وہ اس علم کو شوق ورغبت سے حاصل کریں۔ اس کے لیے استاذ کو کتبِ حدیث میں ''کتاب العلم'' کا مطالعہ کرکے اس میں سے چند مطلوبہ احادیث کا اِنتخاب کرنا چاہیے۔

طلباء کے ساتھ شفقت ورحمت:

ایک معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نہایت مشفق اور ہمدرد ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی، آپ معلم ہونے کے ساتھ ایک والد کی طرح مشفق اور مہربان بھی تھے، آپ کی زبان نہایت پاکیزہ تھی، آپ نے کبھی گالی گلوچ سے کام نہیں لیا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے آپ سے بہتر نہ آپ سے پہلے کوئی معلم دیکھا نہ آپ کے بعد، خدا کی قسم نہ آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا۔'' ایک کامیاب معلم کی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت بلند اخلاق کا مالک ہو۔

نیز ایک معلم کا کمال یہ ہے تعلیم کے ساتھ شاگردوں کی صحیح تربیت بھی کرے اور خود اپنی ذات کو بطورِ عملی نمونہ پیش کرے، آپ کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے: ''آپ ان کی تربیت اور تزکیہ فرماتے ہیں''۔ اور قرآن نے آپ کی زندگی کو پوری امت کے لیے بطورِ اسوہ حسنہ پیش کیا۔

لہٰذا اُستاذ کو طلباء پر نہایت شفیق اور ان کے ساتھ نرمی اور رحم کا سلوک کرنا چاہیے، استاذ طلباء کو اپنی اولاد کی طرح عزیز سمجھے، ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ دے۔ ان کی تربیت، علم، اخلاق اور اچھی عادات اپنانے میں ان پر اس طرح محنت کرے، جس طرح اپنی اولاد کے لیے کرتا ہے۔

طلباء کی نگرانی:

استاذ کے فرائض منصبی میں یہ بھی داخل ہے کہ درس گاہ اور درس گاہ سے باہر حتی الامکان طلباء پر نگاہ رکھے اور دیکھے کہ وہ علم میں آگے بڑھ رہے ہیں یا نہیں؟ خصوصاً اس مضمون میں جس کو وہ استاذ انہیں پڑھا رہے ہے اور دیکھے کہ کیا وہ درسگاہ میں سبق کے دوران توجہ سے بیٹھتے ہیں؟ کیا وہ محنت کرتے ہیں،؟ تکرار اور مطالعہ کرتے ہیں؟ اسباق میں پابندی سے حاضر ہوتے ہیں یا نہیں؟ وغیرہ، نیز جہاں تک ممکن ہو ان کی اخلاقی حالت کا بھی خیال رکھے، وقتاً فوقتاً ان کے حالات معلوم کرتا رہے کہ وہ درسگاہ سے باہر کیسے رہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کی خبر گیری فرماتے تھے، اگر کسی کو نہ دیکھ پاتے تو پوچھتے کہ فلاں کیوں نہیں آئے؟ اگر معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہیں تو آپ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے۔

اگر ہمارے اساتذہ نے مذکورہ اصولوں کے ساتھ بچوں کو پڑھائیں گے تو انشاء اللہ باکمال افراد تیار ہوں گے۔

Scanned with CamScanner

اردو زبان کا فروغ کیسے ہو؟

پروفیسر عبدالبرکات

لطافت، شائستگی اور تہذیب وسلیقہ کی بناء پر نہیں ہے بلکہ ہر طرح کے احساسات، جذبات اور کیفیات ومعاملات کے اظہار اور مافی الضمیر کی بھرپور ترجمانی کی اہلیت رکھنے کی وجہ سے بھی ہے۔ نیز انسانیت اور انسانی فلاح و بہبود اور معاشرتی زندگی کی عکاسی کا جوہر ہونے کی وجہ سے بھی اُردو عالمی رابطے کی زبان کا مزاج رکھتی ہے۔ قدرت کے جلوے اور افراد ومعاشرے کے چہرے کی سلوٹوں کو بھی اُردو کے شعرا اور اُدباء نہایت چابک دستی اور فنکاری سے پیش کرتے رہے ہیں اس لیے اردو کے کلام توجہ طلب بن جاتے ہیں۔ اُردو کے قلم کاروں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے مروّج ہونے سے قبل ہی اس کی آہٹ محسوس کرلی تھی اوران کے تصورات اس قدر وسیع ہوگئے کہ غالب نے یہاں تک کہہ دیا۔

اب کہاں تصوّر کا دوسرا قدم یارب
میں نے دشتِ امکاں کو اِک نقشِ پا، پایا

اُردو کی نثری داستانوں نے بھی نئے جہاں سے روبرو کرایا ہے۔ یہاں قالین ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور میلوں کا فاصلہ پلک جھپکتے طے ہوتے ہیں جو ہوائی جہاز کے پرواز بھرنے اور خلائی شٹل کا موجب بنے ہیں۔ حقیقتاً اُردو داں طبقہ نے اس تناظر میں خاطر خواہ توجہ نہیں فرمائی، ورنہ اُردو کا منظر نامہ کچھ اور ہی ہوتا۔ عصری تقاضوں اور حسیات کے ساتھ تصوراتِ فردا کو بھی اُردو زبان میں موضوع بنایا جاتا رہا ہے نیز خشک سے خشک موضوع اور موقع محل کی مناسبت سے اُردو میں کلام دستیاب ہیں۔ اس لیے پارلیامنٹ اور اسمبلیوں میں بجٹ پیش کرنے کے دوران اُردو کے مناسب اشعار کے انتخاب ملتے ہیں جو ماحول کو خوشگوار بنانے کے ساتھ مطلوبِ مقصد کی معنویت کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔ راکیش شرما نے اپنے خلائی سفر کے دوران علامہ اقبالؔ کی نظم کا ایک مصرع ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' کے توسط سے اپنا پیغام دیا نیز وزیراعظم شری نریندر مودی جی نے ۳۱ر دسمبر ۲۰۱۶ء کو قوم کے نام اپنے خطاب میں اسی نظم کا یہ مصرع پڑھا'' کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری''۔ لہٰذا اس تناظر میں اُردو زبان کی اہمیت وافادیت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

درحقیقت اُردو ہند آریائی زبان کی ایک شاخ ہے جو سرزمینِ ہند سے بارآور ہوئی ہے۔ ہندوستان میں آنے والے عرب و فارس کے تجار، صوفیا اور لشکر؛ عربی، فارسی اور ترکی بولتے ہوئے آئے اور ہندوستانی عوام سے ان کا میل جول بڑھا۔ ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کے دوران عربی، فارسی اور ترکی الفاظ کا تبادلہ ہوا۔ ہندوستان میں سنسکرت کے ساتھ علاقائی بولیاں اور پراکرتیں بھی شامل ہیں خصوصاً برج بھاشا، کھڑی بولی، ہریانی، شورسینی اور مراٹھی زبان کے اختلاط سے ایک نئی زبان اُبھر کر سامنے آئی جس کو لشکری زبان کہا گیا، پھر ریختہ، ہندی اور ہندوستانی کے نام سے موسوم ہوئی۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان نے ہندوستانی زبان کی پیدائش کے متعلق تحریر کیا ہے:

''اندرونی (ہندوستان کی) زبان کی شاخ میں صرف مغربی ہندی ایک ایسی زبان ہے جسے ہم خالص اندرونی زبان کہہ سکتے ہیں، بلکہ اگر پنجابی، راجستھانی اور گجراتی کی ملواں حیثیت پر نظر رکھیں تو اندرونی گروہ کی نمائندہ زبان محض ہندی ہوسکتی ہے۔ مغربی ہندی کا یہ نام مدھیہ پردیش کی زبان گریرسن نے دیا ہے جس نے سب سے پہلے مشرقی اور مغربی ہندی میں فرق کیا۔ مغربی ہندی مدھیہ پردیش کی زبان ہونے کی وجہ سے ہند آریائی زبان کی بہترین نمائندہ ہے کیوں کہ اسی علاقہ میں سنسکرت، شورسینی اور اَپ بھرنش پروان چڑھتی ہیں جن کی سچی جانشین اس علاقے کی جدید بولیاں کھڑی بولی (ہندوستانی)، برج بھاشا، اور ہریانی وغیرہ ہیں۔''

مختصر یہ کہ کولکاتا میں ۱۸۰۰ءمیں فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد دونوں زبانوں کے جملہ کی بناوٹ اور اسما وضمائر ایک جیسے ہیں۔ فرق صرف رسم الخط کے ساتھ الفاظ کے انتخاب واستعمال میں ہے۔ ایک میں سنسکرت اور بھاشا کے الفاظ کثرت سے استعمال ہونے لگے اور دوسری زبان فارسی رسم الخط قرار پائی جس میں کھڑی بولی کے ساتھ فارسی، عربی وترکی کے الفاظ نمایاں ہوگئے۔ اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی نے سب سے پہلے لسانی سطح پر تفریق کا بیج بودیا۔

بہرکیف! اُردو نے بہت جلد معرب اور مفرس الفاظ سے اپنا دامن بچانا شروع کیا اور کھڑی بولی کو اپنا محور بنایا۔ موجودہ اُردو زبان کھڑی بولی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ ڈاکٹر اعجاز حسین لکھتے ہیں:

''اُردو زبان نہ برج بھاشا سے بنی نہ پنجابی سے بلکہ مخلوط زبانوں سے ہوکر کھڑی بولی پر اس نے اپنی بنیاد قائم کی یہ نئی زبان اپنی مقبولیت کی وجہ سے برابر ترقی کرتی رہی۔''

کھڑی بولی خالص ہندوستانی عوام کی زبان تھی کیوں کہ'' کھڑی بولی؛ شورسینی اور اَپ بھرنش سے پیدا ہوئی۔''

اَپ بھرنش کا مطلب ''گری پڑی'' سے ہے۔ یعنی عام لوگ جو بولتے تھے جس میں ادبیت کا نمایاں فقدان تھا، اس کو اپ بھرنش کا نام دیا گیا جب کہ شورسینی پراکرت تھی جس کا معنی فطری زبان ہے۔ اس میں ادبی کام ہوتے تھے۔ اس طرح ہندوستان کے عوام وخواص کی مخلوط زبان سے کھڑی بولی تشکیل پائی جو ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی اپنی رسمِ خط کے ساتھ اُردو زبان سے رائج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو عوام سے خواص تک یکساں مقبول ہے۔

اُردو زبان کے آغاز وارتقا پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس زبان نے صوفیاء کی آغوش میں پرورش پائی۔ لشکر اور بازاروں میں چہل قدمی کرتی ہوئی شاہی دربار میں پہنچ کر 'اُردوئے معلّیٰ' سے بھی معنون ہوئی۔ صوفیاء اور عوام سے قربت کی وجہ سے اُردو میں محبت، رغبت، اخوت، یکجہتی، رواداری اور شاہی دربار میں پروان چڑھنے کی وجہ سے اس میں نزاکت ونفاست اور شان وشوکت پیدا ہوگئی۔ اردو نے دوسری زبانوں کے برمحل الفاظ، محاورے اور ضرب الامثال سے اپنے دامن کو آراستہ کیا جس سے اردو کا ذخیرۂ الفاظ وقیع ہوا۔ ۱۸۲۵ء میں دِلّی میں دہلی کالج کا قیام عمل میں آیا جس میں تمام علوم کی تعلیم اُردو میں دی جاتی تھی۔ ۱۸۳۲ءتک دہلی دربار کے بہت سارے احکام اردو میں جاری ہونے لگے۔ اس طرح اُردو کو غیر اعلانیہ سرکاری زبان ہونے کا اعزاز حاصل ہوگیا۔ رابطے کی زبان ہونے کے ساتھ انتظامی امور بھی اردو میں انجام پانے لگے۔ انتظامیہ کی سرپرستی کی وجہ سے دستاویز اور عدالتی فیصلے بھی اردو میں تحریر ہونے لگے، اس طرح اُردو زبان کی ہمہ جہت ترقی ہوئی۔

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں انگریزوں کے پاؤں مضبوط ہوگئے اور دیگر معاملات کے ساتھ اُردو زبان بھی معتوب ہوئی۔ دِلّی کالج جہاں ہندوستانیوں کو اُردو زبان کے ذریعے ادب اور سائنس کی تعلیم دی جاتی تھی، تباہ وبرباد ہوگئی اور انگریزی زبان کا دبدبہ بڑھنے لگا۔ اعلیٰ عہدوں پر بحالی کے لیے انگریزی زبان میں مسابقاتی امتحانات ہونے لگے۔ انتظامی امور انگریزی میں انجام پانے لگے اور ہندوستانی زبانوں کی ترقی کی راہ مسدود ہوگئی نیز انگریزوں کی سیاسی شعبدہ بازی کی وجہ سے لسانی اختلافات سنگین ہوگئے۔ نتیجتاً اردو اور ہندی میں رقابت پیدا ہوگئی۔

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگِ آزادی میں بھی اُردو نے نمایاں رول ادا کیا ہے۔ اردو صحافت، ریشمی رومال تحریک اور دیگر تحریکات میں اردو نے مجاہدانہ حصہ لیا ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کی تاسیس ۱۹۱۸ءمیں عمل میں آئی جہاں تمام علوم کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ اردو شعروادب کے ذریعے تحریکِ آزادی کو مزید دھاردار بنادیا گیا۔ ''انقلاب زندہ بادہ'' اور اردو کے اشعار عوام میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ عوام کے جذبات وخیالات کے ترجمان بن گئے۔ مثلاً۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

بہرکیف! انتظامیہ کی سرپرستی سے اُردو زبان کو جو فروغ حاصل ہوا، اس کے اثرات نمایاں ہیں کیوں کہ کسی بھی زبان کے فروغ میں انتظامیہ کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ زبان کی شریانوں میں دوڑتا ہوا خون عوام عطا کرتے ہیں لیکن اس کو مثبت دھارے سے ہم آہنگ کرکے ادبی وعلمی معنویت پیدا کرنا انتظامیہ کے رہین ہے۔ اس لیے کہ انتظامیہ کے پاس وسائل اور نظامِ حکومت ہوتا ہے جس کے توسط سے زبان میں وسعت وگیرائی آتی ہے۔ لہٰذا اُردو زبان نے اپنے ابتدائی دور میں ہی یہ شرف حاصل کرلیا تھا۔ انگریزوں کے مفسدانہ رویّے کے باوجود ریاستی حکومت نے فروغِ اردو زبان کے لیے متعدد قابلِ تعریف کام کیے۔ زبیر احمد بھاگلپوری نے لکھا کہ

''اُردو اصطلاح سازی اور ترجمے کا اساسی عمل فرمانروائے دکن عثمان علی خاں اور بابائے اردو مولوی عبدالحق کے زیرِ قیادت جامعہ عثمانیہ میں مختلف علوم کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرنے کے مقصد سے قائم ''دار الترجمہ'' سے انیسویں صدی کے نصف اوّل میں متحدہ ہندوستان میں شروع ہوا۔ 'ورناکُلر ٹرانسلیشن سوسائٹی' دہلی اور اس کے علاوہ ''سائنٹفک سوسائٹی'' علی گڑھ نے بھی اس عمل کو آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کیا لیکن باضابطہ اور منظم طریقے سے یہ کام ''دارالترجمہ'' جامعہ عثمانیہ سے ہی شروع ہوا، جہاں وسیع پیمانے پر نہ صرف دیگر علوم کی کتابوں کا ترجمہ اُردو میں ہوا بلکہ ''جامعہ عثمانیہ'' میں تمام علومِ متداولہ وغیر متداولہ کی تعلیم اردو میڈیم میں پہلی بار شروع ہوئی۔''

لیکن انگریزوں کی ریشہ دوانیوں اور تقسیمِ مادرِ وطن کے سانحہ نے ترقی کی راہ پر گامزن اردو زبان کے راستے مسدود کردیے، تاہم ہندوستان کے قومی رہنماو؟ں نے بڑی فراخ دلی، رواداری اور جسارت اور دور اندیشی کا ثبوت دیا اور ہندوستان ایک سیکولر ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر اُبھر کر سامنے آیا۔ ہندوستان کے پہلے وزیرِ تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے قدیم وجدید تعلیم کے فروغ کے لیے منصوبہ بنایا جس سے اردو زبان بھی فیضیاب ہوئی اور رفتہ رفتہ فروغِ اردو زبان کے لیے ماحول تیار ہوا اور تقریباً ہر صوبہ میں اردو اکادمیاں قائم ہوئیں۔ انجمن ترقی اردو اور قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کا قیام عمل میں آیا۔ اُردو کی ہردلعزیزی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ عدلیہ اور انتظامیہ کے بہت سارے عہدوں کے نام اور اصطلاحیں اردو زبان کے ہیں جیسے منصف، عدالت، وکالت، مدعی، مدعا علیہ، سمّن، قانون، قرقی ضبطی، کاتب، دستاویز، اقبالِ بیان، سزا، کوتوالی، داروغہ، جمعدار، سپاہی، چوکیدار، دفعہ دار، جرم، مجرم، قیدی، حوالات، ناظر، نظارت وغیرہ کے استعمال سے جو معاملات اور تہذیبی پس منظر اُبھرتے ہیں، وہ بے نظیر ہیں۔

حقیقتاً اُردو کی اس وسیع معاشرتی وتہذیبی، سیاسی عوامل اور عوامی مزاج، نیز جذبات وخیالات سے اردو زبان کی ہم آہنگی کی بناء پر اُردو کو بہار اور کچھ دوسرے صوبوں میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہوا جس کے نمایاں اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مرکزی حکومت نے بھی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی قائم کی ہے جہاں تمام علوم وفنون کی تعلیم اردو میں دی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ اردو شاعری اور فکشن نے عالمی سطح پر اپنی انفرادی شناخت قائم کی ہے جو قابلِ ستائش ہے۔ لہٰذا اردو زبان کو سائنس وٹیکنالوجی اور عصری تقاضوں کا متحمل بنا کر عالمی رابطے کی زبان بنانے کی جدوجہد ہونی چاہیے۔

Scanned with CamScanner

مجرموں کی پشت پناہی- جمہوریت کے لئے خطرہ کی گھنٹی

ڈاکٹر محمد منظور عالم

ملک میں انارکی، انتشار، لاقانونیت لگاتار بڑھتی جارہی ہے، لاء اینڈ آرڈر بالکل بھی نہیں ہے، ہر طرف جنگل راج ہے، پولس اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے بجائے شر پسند عناصر اور فرقہ پرستوں کا ساتھ دے رہی ہے، اقتدار میں بیٹھے لوگ بھی فرقہ پرستوں کی حمایت میں نظر آتے ہیں، پچھلے چند سالوں سے اقلیتوں، دلتوں، آدی واسیوں، کمزوروں اور مظلوموں کے خلاف لگاتار مظالم اور تشدد کے واقعات پیش آرہے ہیں۔ سر عام مسلمانوں کی ماب لنچنگ کی جاتی ہے، زبردستی جے شری رام کا نعرہ بولنے پر مجبور کیا جاتا ہے، اسلام چھوڑ کر ہندو دھرم اختیار کرنے کیلئے اور ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے۔ اسی ہفتہ کی بات ہے کہ دہلی کے جنتر منتر پر شر پسند عناصر جمع ہوگئے اور پارلیمنٹ سے چند قدم کے فاصلہ پر مسلمانوں کے خلاف دھمکی آمیز نعرے لگائے گئے، کانپور میں ایک مسلمان کو شر پسندوں نے جے شری رام بولنے پر مجبور کیا، ایسے واقعات کی لمبی فہرست ہے اور روزانہ کہیں نہ کہیں ایسا ہورہا ہے۔ اس طرح کے واقعات سے زیادہ شرمناک اور قابل غور بات یہ ہے کہ ایسے واقعات پر پولس خاموش تماشائی بن جاتی ہے، ان کے خلاف کاروائی نہیں ہوتی ہے۔ جنتر منتر پر پولس مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز اور دھمکی آمیز نعرے لگائے گئے لیکن پولس نے ایک دن تک کوئی کاروائی نہیں کی، جب ویڈیو وائرل ہوئی، پولس پر دباؤ پڑا، ہر طرف سے کاروائی کی مانگ ہوئی تب جاکر پہلے پولس نے نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا، بعد میں چھ کی گرفتاری ہوئی اور اب اس پروگرام کا آرگنائز چوبیس گھنٹوں بعد ضمانت پر باہر آگیا ہے۔ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے ایک طرف جرائم کا اعتراف کرنے والوں کو فوری رہائی مل جاتی ہے دوسری طرف ان لوگوں پر یواے پی اے عائد کر کے جیل میں بند کردیا جاتا ہے جن کا کوئی جرم واضح نہیں ہوتا ہے۔ مشکل ترین اور مایوس کن حالات میں عدلیہ کا اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا، انصاف کے اصولوں کو قائم رکھنا اور عدل وانصاف کا پرچم بلند رکھنا ضروری ہوجاتا ہے۔ عوام کو جب پولس، انتظامیہ، حکومت، ارباب اقتدار اور دیگر محکموں سے مایوسی ہاتھ لگتی ہے، انصاف نہیں ملتا ہے تو ان کی آخری امید عدلیہ ہوتی ہے، عدلیہ سے انصاف، عدل اور ظالموں کے خلاف کاروائی ہونے کی امید وابستہ ہوتی ہے اور ایسے حالات میں عدلیہ کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے فیصلہ میں انصاف پر قائم رہے، اصولوں اور دلیلوں کی بنیاد پر عدل قائم کرے، حکومت اور ارباب اقتدار کے سامنے جھکنے کے بجائے حق اور سچ کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ سنائے۔ پچھلے دنوں میں عدلیہ کا مثبت کردار سامنے آیا ہے اور لگاتار عدالتوں نے ایسے فیصلے سنائے ہے جس سے عوام کی امیدیں مزید مضبوط ہوگئی ہیں۔ دہلی فسادات کے تعلق سے لگاتار ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ سے امید افزاء فیصلے آئے ہیں۔ دہلی فساد میں سب سے زیادہ مسلمانوں کا نقصان ہوا تھا، مسلمانوں کا قتل ہوا تھا، مسلمان کے گھر لوٹے گئے تھے، مسلمانوں کی دکانیں نذر آتش کردی گئی تھیں، مسلمانوں کو بے گھر ہونا پڑا تھا لیکن اس فساد کا الزام بھی مسلمانوں پر ہی عائد کردیا گیا تھا، پولس افسران نے مسلمانوں کا کیس لینے سے انکار کردیا، فساد کے چشم دید گواہوں پر پولس نے کوئی توجہ نہیں دی اور ان کا کیس درج نہیں کیا۔ مسلم نوجوانوں کو گرفتار کر کے جیل میں بند کردیا گیا اور ان پر یواے پی اے لگادیا گیا۔ شہریت ترمیمی قانون اور این آر سی کے خلاف جو نوجوان احتجاج کررہے ہیں انہیں خاص طور پر نشانہ بنایا گیا اور گرفتار کر کے جیل میں بند کردیا گیا۔ ان تمام معاملات میں دہلی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف انڈیا کے جو فیصلے آئے ہیں، جس طرح کا تبصرہ سامنے آیا ہے وہ تسلی بخش ہے۔ دہلی فساد میں ناصر خان کی آنکھ ضائع ہوگئی تھیں، شر پسندوں نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور گولی مارنے کے بعد یہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا کہ یہ مرگیا ہے لیکن ان کی زندگی محفوظ رہی۔ ناصر خان نے جب پولس میں جاکر شکایت کی کہ فلاں فلاں لوگوں نے مجھ پر فائرنگ کی تھی۔ ان لوگوں نے قاتلانہ حملہ کیا تھا تو پولس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ دو مہینہ تک وہ پولس اسٹیشن کا چکر کاٹتے رہے لیکن کوئی سنوائی نہیں ہوئی بالآخر انہوں نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جہاں سے انہیں انصاف ملا اور کورٹ نے پولس پر مقدمہ عائد نہ کرنے کی پاداش میں ۲۵ہزار روپے کا جرمانہ عائد کیا اور یہ کہا کہ دہلی پولس اپنی ذمہ داری نہیں نبھارہی ہے۔ فساد کی منصفانہ جانچ کرنے سے گریز کررہی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ عدالت سے دہلی فساد کے الزام میں یواے پی اے کے تحت گرفتار تین نوجوانوں کو رہائی بھی ملی ہے جس میں آصف اقبال تنہا، نتاشا اگروال اور دیونگنا شامل ہیں۔ کسی بھی ملک، سماج اور معاشرہ کی بقاء کیلئے انصاف کے نظام کا مضبوط اور مستحکم ہونا ضروری ہے لیکن بھارت کا المیہ یہ ہے کہ یہاں عدالتی نظام پر بھی فسطائی طاقتیں حاوی ہونے کی کوشش کررہی ہیں، عدل وانصاف کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہیں، ججز کو انصاف سے کام لینے سے روکا جاتا ہے، عدالتوں کو آزادی سے کام نہیں کرنے دیا جارہا ہے۔ سرکاری وکیل عدالتوں میں مجرموں کو بچانے کی تگ ودو کرتے ہیں، جرائم کا اقرار کرنے والوں کو بچانے کی کوشش کی جاتی ہے، مسلمانوں، دلتوں، آدی واسیوں اور اقلیتوں کے خلاف زہر اگلنے والوں، حملہ کرنے والوں اور جذبات کو ٹھیس پہونچانے والوں کو بچایا جاتا ہے۔ یہ ٹرینڈ ملک کیلئے خطرناک ہے۔ ملک کی جمہوریت کیلئے خطرہ کی گھنٹی ہے۔ مجرموں کی پشت پناہی ملک کیلئے تباہی ثابت ہوتی ہے۔ جنگل راج پروان چڑھتا ہے۔ قانون کا ڈر اور اس کا احترام عوام کے دلوں سے ختم ہوجاتا ہے۔ شر پسند عناصر بلا جھجک جرائم کرنے لگتے ہیں اور اس کا خمیازہ ملک کو بھگتنا پڑتا ہے۔ پوری عوام کیلئے ملک جہنم بن جاتا ہے۔ اس لئے لاء اینڈ آڈر پر قابو پانا، قانون کی بالادستی کو قائم رکھنا، مجرموں کے خلاف سخت ایکشن لینا، جرائم پیشہ عناصر کے خلاف اقدام کرنا، اقلیتوں، مسلمانوں، دلتوں، آدی واسیوں اور کمزور طبقات پر مظالم کرنے والوں کو روکنا حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے، اگر ایسا نہیں ہوتا ہے تو وہ ملک وہاں کے شہریوں کیلئے عذاب بن جاتا ہے اور اس کا خمیازہ انہیں لوگوں کو سب سے زیادہ بھگتنا پڑتا ہے جو اس کی حمایت کرتے ہیں، ایسے مجرموں کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ بہر حال عدلیہ کی آزادی اور خودمختاری ضروری ہے۔ عدلیہ آزاد رہے گی تبھی ملک میں انصاف کا راج رہے گا۔ قانون کا احترام رہے گا۔ جرائم میں کمی ہوگی۔ مجرموں کو سزا کا خوف لاحق رہے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت کی عدلیہ آزاد ہے، خودمختار ہے، کسی کے دباؤ میں نہیں کام کرتی ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ عدلیہ پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ ججز کو دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی جاسوسی کرائی جاتی ہے۔ انصاف کرنے سے روکنے کیلئے مختلف طرح کے ہتھکنڈے اپنائے جاتے ہیں۔

ایسی ساری کوششیں ملک کے مفاد، عدلیہ کے وقار اور عوام کے بنیادی حقوق کے خلاف ہوتی ہیں۔ جہاں ججز کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی خوف، دباؤ، لالچ اور رشوت میں آئے بغیر اپنا فریضہ نبھائیں وہی ارباب اقتدار اور دیگر شعبوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عدلیہ پر دباؤ نہ بنائیں، خودمختاری کو باقی رہنے دیں۔

ملک کی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب ملک میں امن قائم ہوگا۔ سلامتی ہوگی، سبھی کمیونٹی کی مجموعی ترقی ہوگی۔ تمام طبقات کو انصاف دیا جائے گا، ہر ایک کو یکساں درجے کا شہری سمجھا جائے گا۔ کسی کا ساتھ ذات، مذہب اور علاقہ کے نام پر بھید بھاؤ نہیں کیا جائے گا۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۰ر۱۰ر۱۴۴۲ھ

متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ

مدھے پور ضلع مدھوبنی

۱۔ ممتاز خاتون بنت محمد طیب

۲۔ زینت النساء بنت محمد قاسم (زوجہ محمد طیب) مقام درزیہ، ڈاکخانہ بھیٹھ بھگوان پور تھانہ مدھے پور ضلع مدھوبنی۔ فریق اول

بنام

محمد طیب ولد مسہرو مقام ککورہا بلاک تار ڈیہہ ضلع دربھنگہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ بھیم پور مدھے پور ضلع مدھوبنی میں عرصہ ۴۵ر سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، فریق اول نمبر ار نے موت وحیات کی تحقیق اور فریق اول نمبر ۲ر نے فسخ نکاح وموت وحیات کی تحقیق کا مطالبہ کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۵ر ربیع الاول ۴۳ھ مطابق ۱۲را کتوبر ۲۰۲۱ء روز منگل بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳۰ر۲۱۹ر۱۴۴۲ھ

متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ

معروف گنج گیا

ناسرین پروین بنت افروز عالم مقام چھوٹا ڈاکخانہ کھٹن تھانہ مسپورہ ضلع اورنگ آباد۔ فریق اول

بنام

ارشاد عالم ولد منظور عالم مرحوم مقام فدا بیگہ ڈاکخانہ کیراب تھانہ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ معروف گنج گیا میں عرصہ ۴ر سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۶ر صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۴را کتوبر ۲۰۲۱ء روز پیر بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۲ر۱۹۸۰ر۱۴۴۲ھ

متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ

بیگوسرائے

روزی خاتون بنت محمد ایاز خان مقام بتھولی وارڈ نمبر ۳، ڈاکخانہ تلرتھ ضلع بیگوسرائے۔ فریق اول

بنام

امتاج خان ولد نبی مقام قادر باری قادر چوک ضلع بدایوں، اترپردیش۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے میں عرصہ ۴ر سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۵ر صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۳ر اکتوبر ۲۰۲۱ء روز اتوار بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱ر۸۳ر۱۴۴۳ھ

متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ

مدھے پورہ

خوشبو پروین بنت محمد ابراہیم میاں مقام مٹھائی وارڈ نمبر ۳، ڈاکخانہ مٹھائی ضلع مدھے پورہ۔ فریق اول

بنام

محمد تسیم ولد محمد قاسم، مقام گنگاپٹی برواری، ڈاکخانہ کٹیانسی ضلع سوپول۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مدھے پورہ میں عرصہ ۵ر سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۶ر صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۲۰۲۱ء روز پیر بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۱ر۱۳۵ر۱۴۴۲ھ

متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ

پلاول ہزاری باغ

چاندنی بنت منا انصاری مقام گوریا ڈاکخانہ کرما ضلع ہزاری باغ۔ فریق اول

بنام

شریف ولد سمیل مقام ماتھن ڈاکخانہ بیسو پورا ضلع سیتاپور۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ پلاول ہزاری باغ میں عرصہ ۷ر سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۵ر صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۳ر اکتوبر ۲۰۲۱ء روز اتوار بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

آنکھوں کی حفاظت

طب وسائنس

آنکھوں کی بیماریوں کو ان کے مختلف حصوں کی بنیاد پر دیکھا اور بیان کیا جاتا ہے۔آنکھ کے سامنے کے حصے کو قرنیا کہتے ہیں جسے اردو میں پتلی کہا جاتا ہے ۔اس کا پچھلا حصہ پردہ بصارت کہلاتا ہے جسے ریٹنا کہتے ہیں۔آنکھ کے اگلے حصے میں جو مسائل پیش آتے ہیں' ان میں سفید موتیا، کالا موتیا، آنکھوں کی خشکی، آنکھوں میں پانی آنا اوران کی سرخی شامل ہے۔اسی طرح آنکھ کے پچھلے حصے یعنی پردہ بصارت کی بہت ساری بیماریاں ہیں جن میں سے ایک پردے کا اکھڑ جانا ہے ۔ذیابیطس کے مریضوں کو پردہ بصارت کی بہت سی بیماریاں مثلاً سوجن اور آنکھ کے اندر خون آنا وغیرہ ہوسکتی ہیں۔تقریباً 40 سال کے بعد نزدیک کی نظر کمزور ہونا شروع ہوجاتی ہے جو 60 سال پر جاکر رک جاتی ہے۔جب عمر بڑھتی ہے تو سفید اور کالا موتیا بڑھ جاتا ہے جس سے نظر کمزور ہوتی جاتی ہے۔

موتیے کو کالا یا سفید کیوں کہتے ہیں؟

سفید موتیے)(catract کو سفید موتیا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں آنکھ کا عدسہ شفاف نہیں رہتا بلکہ دھندلا ہوجاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ بالکل سفید ہو جاتا ہے۔سفید موتیے کا سرجری سے علاج ممکن ہے۔موتیے کی ایک اور قسم وہ ہے جس میں علاج ممکن نہیں اسی لئے اسے کالا موتیا کہتے ہیں،انگریزی میں اسے گلوکوما کہتے ہیں۔

اگر سفید موتیا نظر کو اتنا متاثر کررہا ہے کہ عینک سے مریض کو کوئی مدد نہیں مل رہی تو پھر سرجری ہی اس کا حل ہے۔ایسے میں ایک آپریشن ہوتا ہے جس میں ٹانکے اور انجکشن لگائے بغیر موتیا نکال کر اس کی جگہ عدسہ لگادیتے ہیں جو عمر بھر کیلئے ہوتا ہے ۔علاج کے طریقے کا تعلق اس بات سے بھی ہے کہ مریض کیا کام کرتا ہے۔اگر وہ لکھنے پڑھنے کے شعبے سے تعلق رکھتا ہے تو اسے نزدیک کی نظر کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔اگر کسان ہوتو شائد وہ یہ کہے کہ مجھے پڑھنا لکھنا تو ہے نہیں اور میرا کام چل رہا ہے۔دونوں مریضوں کو مختلف طرح سے دیکھا جائے گا

کالے موتیے کی صورت میں کیا کیا جاتا ہے؟

کالے موتیے کی مختلف اقسام ہیں اور ان کا علاج بھی مختلف ہے۔عموماً ڈراپس سے ہی اس کا علاج کیا جاتا ہے۔اگر مرض بڑھ چکا ہوتو پھر لیزر کا استعمال کیا جاتا ہے۔یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کالے موتیے سے جو نقصان ہوجائے اس کو درست نہیں کیا جاسکتا۔لیزر سرجری کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کالا موتیا مزید نہ بڑھے۔

کیا موتیا نابینا پن کا باعث بن سکتا ہے؟

اگر علاج نہ کیا جائے تو موتیا بڑھتا چلا جاتا ہے۔اس میں مسئلہ یہ ہے کہ مریض کو درد نہیں ہوتا لہذا وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ 50 سال کی عمر کے بعد آنکھوں کا سالانہ چیک اپ ضرور کروائیں۔جن لوگوں کے خاندان میں یہ بیماری ہو وہ 40 سال کے بعد سے سالانہ چیک کرانا اپنا معمول بنالیں۔اگر اس سے لاپرواہی برتی جائے تو نظر مکمل طور پر جاسکتی ہے۔

نظر کمزور ہونے کی دیگر وجوہات کیا ہوسکتی ہیں؟

نظر کی کمزوری کو ہم تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ان میں دور کی نظر کی کمزوری، قریب کی نظر کی کمزوری اور پریس بائیو پیا ہے جس میں 40 سال کی عمر کے بعد نظر میں کمی واقع ہونا شروع ہوجاتی ہے۔گلاسز لگا کر ہم نظر بہتر کرسکتے ہیں۔اگر کوئی گلاسز نہیں لگانا چاہتا تو کنٹیکٹ لینز کا آپشن موجود ہے۔اگر وہ بھی نہیں کرنا چاہتا تو پھر لیزر سے اس کا علاج کیا جاتا ہے۔

آج کل بچوں میں نظر کی کمزوری کے مسائل زیادہ کیوں ہیں؟

سائنس اب اتنی آگے بڑھ گئی ہے کہ ہم بہت ابتدائی مرحلوں میں ہی کسی بیماری یا کمزوری کو شناخت کرلیتے ہیں۔پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔پہلے اسکولوں میں بچوں کا چیک اَپ نہیں ہوتا تھا۔ٹیچرز کو آئیڈیا نہیں ہوتا تھا کہ کسی بچے کی نظر کمزور ہے یا نہیں ترقی یافتہ ممالک میں بچوں کی شروع ہی سے اسکریننگ کی جاتی ہے۔بچہ جب تین یا چار سال کی عمر میں اسکول جانا شروع ہوتا ہے تو وہیں اس کی نظر چیک ہوجاتی ہے۔ہمارے ہاں بھی اب والدین اس حوالے سے باخبر اور فکرمند ہوگئے ہیں۔وہ بچے میں ذرا سا بھی کوئی مسئلہ دیکھتے ہیں تو اسے ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں۔ پہلے چیزیں وقت پر سامنے نہیں آتی تھیں اب وہ آجاتی ہیں۔

بھینگا پن بھی ایک مسئلہ ہے۔

بھینگا پن میں آنکھ یا تو زیادہ اندر کی طرف جارہی ہوتی ہے یا باہر کی طرف۔کبھی یہ اوپر کی طرف بھی جاسکتی ہے۔اس کی ایک وجہ بچے کی نظر کا کمزور ہونا بھی ہے۔جب نظر کمزور ہوتو آنکھ بہتر دیکھنے کے لیے اندر کی طرف آنا شروع ہوجاتی ہے۔اگر کسی کو بچپن میں سفید موتیا ہوگیا ہو اور وقت پر علاج نہ ہوا ہوتو بھی آنکھ میں ٹیڑھا پن آسکتا ہے۔اگر علاج کی بات کی جائے تو پہلے تو کوشش کی جاتی ہے کہ گلاسز سے مسئلہ حل ہوجائے۔اگر سفید موتیا ہے تو اسے نکالا جائے۔بھینگے پن کی صورت میں بعض اوقات ڈاکٹر مسلز کو اس طرح ایڈجسٹ کرتے ہیں کہ آنکھ سیدھی ہوجاتی ہے۔

شوگر کی بیماری کا نظر کی کمزوری سے کیا تعلق ہے؟

ذیابیطس ایسی بیماری ہے جو آنکھ سمیت جسم کے ہر عضو کو متاثر کرتی ہے۔ذیابیطس کی وجہ سے سفید موتیا جلدی آسکتا ہے۔کالا موتیا بھی اس کی وجہ سے آسکتا ہے اور پردہ بصارت میں سوجن بھی آسکتی ہے۔اس میں آنکھ کے اندر خون کی نالیاں بننا شروع ہوجاتی ہیں جن سے خون رسنا شروع ہوجاتا ہے۔اس سے نظر بالکل بند ہوجاتی ہے یا وہ پردہ بصارت کو اکھاڑ دیتی ہے۔یہ ساری بیماریاں شوگر کی وجہ سے ہوسکتی ہیں۔اس لیے ذیابیطس کے مریضوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ سال میں ایک دفعہ اپنی آنکھ کا معائنہ ضرور کروائیں۔اس میں آنکھ کی پتلی کو پھیلا کر پردہ بصارت کو دیکھنا چاہیے تاکہ اگر اس میں کوئی مسئلہ نظر آئے تو اسے بروقت حل کیا جاسکے۔اگر تاخیر ہوجائے تو نظر کی بہتری کے امکانات کم ہوجائیں گے دوسرا یہ کہ تاخیر سے مسئلہ پیچیدہ ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے سرجری تک نوبت آسکتی ہے۔

کیا بلڈ پریشر کا بھی آنکھوں کے ساتھ کوئی تعلق بنتا ہے؟

بلڈ پریشر کی وجہ سے بعض اوقات آنکھ کے اندر سے تھوڑا تھوڑا خون رسنا شروع ہوجاتا ہے آنکھ میں خون کی نالیاں سکڑنا شروع ہوجاتی ہیں اور کئی بار یہ بند بھی ہوجاتی ہیں۔ اس طرح نظر متاثر ہوسکتی ہے۔اس لیے بلڈ پریشر پر کنٹرول بہت ضروری ہے۔

آنکھوں کی حفاظت کے لیے ہم خود کیا کرسکتے ہیں؟

ہمیں آنکھوں کی دیکھ بھال کرنی چاہیے۔انہیں مٹی' گرد وغبار یا سورج کی تیز روشنی سے بچانا چاہیے۔اگر آپ موٹر سائیکل یا گاڑی پر ہوں تو سن گلاسز استعمال کریں۔ آنکھوں کو باقاعدگی سے صاف کریں۔اگر خدانخواستہ آنکھ کے اندر کوئی چیز چلی جاتی ہے تو اسے اچھی طرح دھوئیں۔اگر ویلڈنگ کی طرح کا کوئی کام کریں تو حفاظتی چشمے ضرور پہننے چاہئیں تاکہ خدانخواستہ کوئی حادثہ ہوتو آنکھیں محفوظ رہیں۔

کیا کمپیوٹر پر کام کرنے والوں کی نظریں زیادہ متاثر ہوتی ہیں؟

پرانی اسکرینوں کے ساتھ ایسا مسئلہ ہوتا تھا۔اب تو زیادہ تر اسکرینیں اس طرح کی ہوتی ہیں جو نظر کو متاثر نہیں کرتیں ہیں۔البتہ جب آپ کمپیوٹر پر دیکھ رہے ہوتے ہیں تو آنکھ بہت کم جھپکتے ہیں۔اس سے آنکھ میں خشکی آسکتی ہے۔اس لئے جب آپ کمپیوٹر پر کام کررہے ہوں تو بار بار اپنی آنکھیں جھپکتے رہیں۔

لیٹ کر پڑھنے یا ٹی وی دیکھنے سے نظر کمزور ہوجاتی ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ بعض پوزیشنز ایسی ہوتی ہیں جن میں آپ زیادہ دیر تک رہیں اور روزانہ کی بنیاد پر ایسا ہوتو وہ فرق ڈالتی ہیں۔مثلاً حفظ کرنے والے بچوں کی دور کی نظر اسی وجہ سے کمزور ہوجاتی ہے۔بہت زیادہ جھک کر پڑھنے والے اسکول کے بچوں کی نظر میں فرق پڑتا ہے۔اسی طرح ٹی وی اگر بہت قریب سے بیٹھ کر دیکھیں تو اس سے آنکھوں پر بوجھ پڑتا ہے۔لیٹ کر بھی بعض پوزیشنز میں آنکھوں پر بوجھ کا امکان ہوتا ہے لیکن اگر آپ صحیح طریقے سے لیٹے ہیں اور پڑھ رہے ہیں تو اس سے فرق نہیں پڑتا۔گاڑی میں سفر کرتے ہوئے پڑھنے سے نظر میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ چکر وغیرہ آسکتے ہیں۔

ریٹینا کی حفاظت اور صحت کے لیے کیا کیا جاسکتا ہے؟

ریٹینا یعنی پردہ بصارت کی بیماریاں ذیابیطس، عمر کے بڑھنے، دور کی نظر کی کمزوری یا چوٹ کی وجہ سے ہوسکتی ہیں۔اگر آپ کو نظر میں فرق نظر آرہا ہو آنکھ میں چھوٹی چھوٹی سی کیڑیاں سی نظر آرہی ہوں یا آپ کو سائیڈ سے شیڈ نظر آئے یا کم نظر آرہا ہوتو فوراً آنکھ چیک کروائیں تاکہ دیکھا جاسکے کہ خدانخواستہ کہیں آنکھ کا پردہ بصارت اکھڑ تو نہیں گیا یا آنکھ سے خون تو رسنا نہیں شروع ہوگیا۔ذیابیطس کے مریضوں کو آنکھوں کا معائنہ باقاعدگی سے کروانا چاہیے۔اب سائنس میں اتنی ترقی ہوگئی ہے کہ پردہ بصارت کی جو سرجری اب ہوتی ہے ان میں اکثر اوقات ٹانکے لگانے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ڈاکٹر اتنا چھوٹا سا کٹ لگاتے ہیں کہ وہ خود ہی بند ہوجاتا ہے۔

اہم نکات اور یاد رکھنے والی باتیں:

1۔ذیابیطس کے مریض سالانہ اپنی آنکھیں ڈاکٹر سے چیک کروائیں۔
2۔بچوں کے والدین چار یا پانچ سال کی عمر تک بچوں کی آنکھوں کا ایک ٹیسٹ ضرور کروالیں۔3۔ایسے بچے جو وقت سے پہلے پیدا ہوں اور جنہیں آکسیجن لگی ہوان کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے پہلے چھ سات ہفتوں میں آنکھوں کا چیک اپ کروائیں۔

ہفتۂ رفتہ — **راشد العزیزی ندوی**

حکومت ہمارے صبر کا امتحان نہ لے: عدالت عظمیٰ

نئی دہلی: سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت کو مختلف عدالتی ٹربیونلز میں خالی آسامیاں نہ بھرنے پر سخت سرزنش کی اور کہا کہ اس کے صبر کا امتحان نہ لیا جائے۔ چیف جسٹس این وی رمن، جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ اور جسٹس ایل ناگیشور راؤ نے سالیسٹر جنرل تشار مہتا کے ذریعے مرکزی حکومت پر سخت تنقید کی اور خبردار کیا کہ اگر تقرریوں میں نرم رویہ اختیار کیا گیا تو حکومت کے خلاف توہین عدالت سے متعلق کارروائی شروع کی جائے گی۔جسٹس رمن نے کہا کہ اس عدالت کے فیصلے کا کوئی احترام نہیں ہے۔آپ ہمارے صبر کا امتحان لے رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ حکومت نے کچھ افراد کی تقرری کی بات کی ہے، لیکن کتنے افراد کی تقرری کی گئی ہے وہ تقرریاں کہاں ہیں؟ جسٹس رمن نے خبردار کیا کہ ہمارے پاس تین آپشن ہیں؛ پہلا: ہم قانون پر روک لگادیں، دوسرا: ہم عدالتی ٹربیونلز کو بند کرنے کا حکم دیں اور اس کی طاقت ہائی کورٹ کے حوالے کریں، تیسرا آپشن یہ ہے کہ ہم ہی تقرریاں کردیں۔

کورونا سے مرنے والوں کے متاثرین کو ملے گی امداد اور پنشن: دہلی حکومت

عدالت کی سرزنش کے بعد دہلی حکومت نے آخر کار کورونا سے مرنے والوں کے متاثرین کو مالی امداد اور پنشن دینے کیلئے فنڈ جاری کیا ہے۔ذرائع کے مطابق مہلک کورونا سے اپنے بچوں، والدین اور رشتہ داروں کو کھونے والے متاثرین خاندانوں کو امداد کے طور پر 50 ہزار روپے تقسیم کرنے کا کام شروع کیا جارہا ہے۔حکومت نے سبھی ضلع مجسٹریٹ کو مالی امداد دینے کیلئے 15.5 کروڑ روپے کا فنڈ جاری کیا ہے۔ذرائع کے مطابق دہلی میں 25 ہزار سے زیادہ لوگوں کی کورونا سے موت ہوئی ہے۔حکومت کے پاس جو ریکارڈ ہیں ان میں 6200 ایسے بچے ہیں جو کورونا سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنوں کو کھویا ہے اور وہ اپنے سنگل سرپرست کیساتھ رہ رہے ہیں۔وہیں 300 سے زیادہ بچے یتیم ہوئے ہیں۔حکام نے بتایا کہ جن امدادی درخواستوں کو منظوری مل چکی ہے، ان درخواستوں پر فوری کارروائی کرتے ہوئے انہیں امداد دینے کا کام شروع کیا جارہا ہے۔انہوں نے کہا کہ پنشن کیلئے 500 سے زیادہ درخواستیں موصول ہوئی ہیں، ان کی کچھ دستاویزات نامکمل ہیں اسے مکمل کرنے کے بعد پنشن کے طور پر 2500 روپے ماہانہ دینے کا کام ہوگا۔

بہار کے اسکولوں میں 45852 عہدوں پر بحال ہوں گے اساتذہ

وزیر اعلیٰ کی صدارت میں منعقد ہوئی کابینہ کی میٹنگ میں کئی اہم فیصلوں کے ساتھ پنچایتی راج اور بلدیاتی اداروں کے تحت پرائمری ٹیچر ٹاؤن پرائمری ٹیچر کے بیسک زمرے کو منظور 40518 عہدوں کو متبدل کرتے ہوئے محکمہ تعلیم کے زیر کنٹرول گورنمنٹ پرائمری اسکولوں میں ہیڈ ماسٹر کے عہدے کی توضیع کو منظوری دی گئی ہے۔پنچایتوں میں سکینڈری اسکول اور ہائر سکینڈری اسکولوں میں ہیڈ ماسٹر کے 5334 عہدوں کی توضیع منظوری دی گئی ہے۔

سرسوں اور دال کی ایم ایس پی میں اضافہ

حکومت نے دلہن میں مسور اور تلہن میں سرسوں کی پیداوار میں اضافہ کے پیش نظر کم از کم سپورٹ پرائس (ایم ایس پی) گزشتہ سال کے مقابلہ میں 400-400 روپے فی کوئنٹل کا اضافہ کیا ہے وزیر اعظم نریندر مودی کی صدارت میں اقتصادی امور کی کابینہ کمیٹی نے اپنی میٹنگ میں وزارت زراعت کی تجاویز کو منظوری دی تاکہ سال 2022-23 کے دوران ربیع سیزن کی زرعی مصنوعات کی ایم ایس پی میں اضافہ کیا جاسکے۔حکومت نے چنے کے ایم ایس پی میں 130 روپے فی کوئنٹل اور سورج مکھی کی قیمت میں 114 روپے فی کوئنٹل اضافے کی بھی منظوری دے دی ہے۔

Volume:61/71,Issue:36 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

زمانے بھر کی نظریں تم پر ہیں مرکوز اے ساقی
صحیح ڈھنگ سے جو مے خانہ چلا لیتے تو اچھا تھا
(نامعلوم)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

بی جے پی کو جذباتی ایشوز کی تلاش

سہیل انجم

نہ چاہتے ہوئے بھی ایک بار پھر افغانستان کے مسئلے پر قلم اٹھانا پڑا۔ اس کالم کی تحریک آسام پولیس کی کارروائیوں سے ملی ہے۔ اس نے مبینہ طور پر طالبان کی حمایت کرنے کی پاداش میں سولہ مسلمانوں کو گرفتار کرلیا ہے اور ان کے خلاف انتہائی خطرناک قانون یو اے پی اے سمیت کئی دفعات کے تحت مقدمات قائم کردیے ہیں۔ پولیس کا دعویٰ ہے کہ ان مسلمانوں نے سوشل میڈیا پر طالبان کی حمایت میں مواد پوسٹ کیا ہے۔ انھوں نے طالبان کی، جنھیں اس کے بقول دہشت گرد کہا جاتا ہے حمایت کرکے گویا دہشت گردی کی حمایت کی ہے۔ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے، ان میں ایم بی بی ایس کا ایک اسٹوڈنٹ، آسام پولیس کا ایک کانسٹبل، ایک ٹیچر، ایک صحافی اور تین مولانا ہیں۔ پولیس کے مطابق پہلے اس کو یقین نہیں آیا کہ ایم بی بی ایس کا کوئی اسٹوڈنٹ بھی طالبان کی حمایت کرسکتا ہے۔ لیکن جب اس کی پوسٹ کا تجزیہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے خیالات انتہا پسندانہ ہیں۔ بہر حال ہمیں نہیں معلوم کہ پولیس کے اس دعوے میں کتنی صداقت ہے۔ کیا واقعی بعض مسلمانوں نے سوشل میڈیا پر ایسا مواد پوسٹ کیا ہے، جو انتہائی خطرناک ہے۔ کیا واقعی انھوں نے طالبان کی ایسی مدح سرائی کی ہے کہ اس سے ملکی سلامتی کو خطرات لاحق ہوگئے ہیں۔ کیا ان مسلمانوں کا رد عمل اتنا سنگین ہے کہ ان پر انتہائی خطرناک قانون یو اے پی اے لگا دیا جائے۔ یا پھر یہ کسی منظّم منصوبہ بندی کے تحت کیا جارہا ہے۔ کیا یہ کارروائیاں واقعی ضروری ہوگئی تھیں یا پھر ان کارروائیوں کا کوئی سیاسی مقصد بھی ہے۔ اس معاملے کی جب تک جانچ نہ کی جائے، کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ لیکن بہر حال کچھ بھی ہو پولیس کی یہ کارروائیاں تشویش پیدا کرتی ہیں۔

پولیس کی ان کارروائیوں کے بعد آسام کے مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا ہوگیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حالانکہ وہ طالبان کے حامی نہیں ہیں، لیکن اب ان واقعات کی آڑ میں تمام مسلمانوں کو نشانہ بنایا جائے گا۔ انھیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ مسلم دشمن قوتیں ان مبینہ سوشل میڈیا پوسٹس کے نام پر ریاست کا ماحول خراب کرنے کی کوشش کریں گی۔ یہ گرفتاریاں کسی ایک علاقے میں نہیں ہوئی ہیں بلکہ بارہ اضلاع میں کی گئی ہیں۔ گویا یہ معاملہ اگر بگڑتا ہے تو کم از کم ان بارہ اضلاع میں مسلمانوں کو موردالزام ٹھہرا کر انھیں نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ ہیمنت بسوا شرما کے ریاست کا وزیر اعلیٰ بننے کے بعد وہاں فرقہ وارانہ ماحول کو گرم کرنے کی کوششیں تیز ہوگئی ہیں۔ لہٰذا بعض مسلم تنظیموں نے جن میں آسام کے سرکردہ مسلمانوں کی ایک تنظیم ''آسام سول سوسائٹی'' بھی شامل ہے پولیس کی اس کارروائی کی مذمت کی ہے۔ تنظیم کے ایک ذمہ دار نے کہا ہے کہ ہم طالبان کی حمایت والی پوسٹس کی تائید نہیں کرتے اور ہم انتہا پسندی کے بھی کسی طرح حامی نہیں ہیں۔ لیکن انھوں نے اس اندیشے کا اظہار کیا ہے کہ چند لوگوں کی وجہ سے ریاست کے تمام مسلمان نشانے پر آسکتے ہیں۔ تنظیم نے ایک ایڈوائزری جاری کرکے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ سوشل میڈیا پر ہونے والی ان حرکتوں پر نظر رکھیں۔ اس کے ساتھ ہی تنظیم کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے اردگرد ایک جال بنا جارہا ہے۔ مسلمانوں کو اس جال سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ گرفتار شدگان میں ایک مولانا فاضل کریم بھی ہیں جو مولانا بدرالدین اجمل کی پارٹی اے آئی یو ڈی ایف کے جنرل سکریٹری بتائے جاتے ہیں۔ لیکن اے آئی یو ڈی ایف کا کہنا ہے کہ بہت پہلے ہی انھیں معطل کردیا گیا ہے۔

بہر حال آسام پولیس کی یہ کارروائی خطرے کی گھنٹی ہے۔ ایسی کارروایاں دوسری ریاستوں میں بھی ہوسکتی ہیں۔ بلکہ اتر پردیش میں بھی ہوئی ہیں۔ وہاں کئی لوگوں کے خلاف کارروائی کی گئی ہے۔ تاہم ابھی تک کسی کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے۔ لیکن کب کس کی گرفتاری ہوجائے، کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ بہر حال طالبان کے نام پر ماحول کو گرمانے کی کوشش یوپی میں بھی شروع ہوگئی ہے اور دوسری ریاستوں میں بھی۔ آئندہ سال کے اوائل میں پانچ ریاستوں میں ہونے والے اسمبلی انتخابات کے پیش نظر بی جے پی کو جذباتی ایشوز کی تلاش ہے اور طالبان کا معاملہ ایک جذباتی ایشو بن سکتا ہے۔ ادھر مدھیہ پردیش کے ایک بی جے پی لیڈر رام رتن پیال سے جب ایک صحافی نے مہنگائی اور تیل کے داموں میں بے تحاشہ اضافے پر سوال کیا تو انھوں نے اسے طالبان کے زیر اقتدار افغانستان جانے کا مشورہ دے دیا۔ وہ کٹنی ضلع کے بی جے پی کے صدر ہیں۔ انھوں نے مذکورہ صحافی سے کہا کہ تیل لینا ہے تو طالبان کے پاس جاو۔ افغانستان میں پچاس روپے لیٹر پٹرول ہے۔ وہاں اسے کوئی استعمال نہیں کررہا ہے۔ وہیں جاو اور اپنی ٹنکی فل کرالو۔ ان سے پہلے بہار بی جے پی کے ایک لیڈر ہری بھوشن ٹھاکر نے کہا کہ جس کو ہندوستان میں ڈر لگ رہا ہو وہ افغانستان چلا جائے۔ وہاں تیل بھی سستا ہے۔ کلکتہ کے اخبار ''دی ٹیلی گراف'' نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ بی جے پی کے اندرونی ذرائع کہتے ہیں کہ افغانستان سے جو تصاویر سامنے آرہی ہیں، وہ بی جے پی کی داخلی سیاست کو مضبوط کرنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ یوگی آدتیہ ناتھ نے بھی طالبان کا ریکارڈ بجانا شروع کردیا ہے۔ انھوں نے اسمبلی میں بولتے ہوئے کہا کہ طالبان کی جانب سے عورتوں اور بچوں پر ظلم ڈھانے کے باوجود کچھ لوگ یہاں طالبان کی حمایت کررہے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کے چہرے بے نقاب کیے جانے چاہئیں۔ اخبار کا دعویٰ ہے کہ بی جے پی کے منیجروں کا کہنا ہے کہ طالبان کی آمد ایسے موقع پر ہوئی ہے جب اتر پردیش میں انتخابات ہونے والے ہیں اور بی جے پی اس کی تیاری کر رہی ہے۔ اس سے پولرائزیشن کرنے اور یوگی حکومت کی ناکامیوں سے عوام کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے میں مدد ملے گی۔ ان کا خیال ہے کہ یہ صورت حال عوام کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم کرنے میں تعاون دے گی۔ اس سے قبل بی جے پی رہنما رام مادھو نے، جنھیں ایک بار پھر آر ایس ایس میں بھیج دیا گیا ہے، کیرالہ کے کوزی کوڈ میں بولتے ہوئے کہا کہ 1921 کی موپلا بغاوت ہندوستان میں طالبانی ذہنیت کا پہلا مظاہرہ تھا۔ جبکہ بی جے پی کے رکن پارلیمنٹ اور آر ایس ایس کے نظریہ ساز راکیش سنہا کا کہنا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو بغیر کسی لاگ لپیٹ کے طالبان کی مخالفت کرنی چاہیے۔ یعنی اگر وہ مخالفت نہیں کریں گے تو انھیں طالبان حامی سمجھا جائے گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے ہر موقع پر مسلمانوں سے کیوں امید کی جاتی ہے کہ وہ مذمتی بیانات دیں۔ اگر وہ بیان نہیں دیں گے تو کیا وہ ملک کے وفادار نہیں سمجھے جائیں گے۔

ان حالات میں مسلمانوں کو بہت ہی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ انھیں طالبان کے بارے میں ایسا کوئی ردعمل ظاہر نہیں کرنا چاہیے جو ان کے خلاف کارروائی کا بہانہ بن سکے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو امریکہ سے نفرت ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب افغانستان سے امریکہ کا انخلا ہوا اور طالبان نے کابل سمیت پورے ملک پر قبضہ کرلیا تو مسلمانوں کے ایک حلقے کو بڑی خوشی ہوئی۔ ہندوستان میں بھی یہ معاملہ کچھ مسلمانوں کے لیے بے انتہا مسرت کا سامان لے کر آیا۔ وہ جوش میں آکر طالبان کی حمایت کرنے لگے۔ کچھ مسلمانوں نے اسے اسلام کی فتح سے تعبیر کیا۔ کچھ نے کابل پر طالبان کے قبضے اور عام معافی کے اعلان کو فتح مکہ کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی۔ کچھ نے اسے خلافت کا احیاء سمجھا۔ خاص طور پر پاکستان کے بعض جذباتی دانشوروں، صحافیوں اور قلمکاروں کے مضامین نے بھی یہ تاثر دینا شروع کردیا کہ جیسے صحابہ کرام کا دور واپس آگیا ہے۔ اس بارے میں سوشل میڈیا پوسٹس نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ جبکہ پاکستان جیسے ملک نے بھی ابھی تک یہ اعلان نہیں کیا ہے کہ وہ طالبان کی حکومت کو تسلیم کرے گا۔ اس نے بھی یہی کہا ہے کہ اگر کوئی ایسی حکومت بنتی ہے جس میں تمام علاقوں اور قبائلی گروپوں کو نمائندگی دی جاتی ہے تو وہ اس کی حمایت کرسکتا ہے۔ روس، چین، ایران اور ترکی نے بھی اسے تسلیم کرنے کے اشارے دیے ہیں۔ لیکن امریکہ اور دوسرے ملکوں نے کہا ہے کہ وہ دیکھیں گے کہ نئی حکومت کیسی ہوتی ہے اور اس کی پالیسی کیا ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ جبکہ کناڈا نے پابندیاں لگانے کی بات کہی ہے۔ ہندوستان نے بھی ابھی تک کسی موقف کا اظہار نہیں کیا ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اب معمولی معمولی باتوں پر بھی مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ قائم کردیا جاتا ہے اور ان کے اقتصادی و سماجی بائیکاٹ کی دھمکیاں دی جاتی ہیں بعض ناسمجھ مسلمانوں کی جانب سے نتائج کی پروا کیے بغیر جذباتی بیان بازی کرنا کسی بھی طرح درست اور قرین عقل نہیں ہے۔ اس جذباتیت نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ان کی جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ ان کی املاک تباہ و برباد ہوئی ہیں۔ ان کو مختلف آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑا ہے۔ بالخصوص حالیہ چھ سات برسوں کے دوران ان کے خلاف ایسا ماحول بنا دیا گیا ہے کہ وہ اگر کوئی ڈھنگ کی بھی بات کریں تو اسے بھی دوسرا رنگ دے دیا جاتا ہے اور ان کی باتوں میں رنگ آمیزی کرکے اپنے مطلب کا مفہوم نکال لیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کی آڑ میں تمام مسلمانوں کو ہدف بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا آسام کے معاملے سے مسلمانوں کو سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ انھیں کم از کم اس وقت تک طالبان کے تعلق سے کسی بھی قسم کا ردعمل ظاہر کرنے سے بچنا چاہیے جب تک کہ ہندوستان کی حکومت اس بارے میں اپنا کوئی موقف واضح نہیں کردیتی۔ ورنہ کوئی تعجب نہیں کہ ملک کی دیگر ریاستوں میں بھی آسام کی کارروائی دوہرائی جائے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah
اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner